

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

1

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
نُورٌ وَ كَلِمٌ مُبِينٌ

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تَرْجُو شَفَاعَتَهُ
لِكُلِّ هَوَلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَسِمٌ

جلد نمبر 23

ماہنامہ

نور الحبيب بصیرپور

شمارہ نمبر 8

ISSN 1993-4238

Regd No. PS / CPL - 25

سرمضمان کریم ۱۴۳۲ھ - اگست 2011ء

A.B.C. Certified

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ

محمد حبیب اللہ نوری

ذی قسط عافیت

فقیر اعظم حضرت مولانا ابوالخیر

محمد نور اللہ نعیمی

کمپوزنگ:

نوری کمپوزنگ سنٹر
بصیرپور شریف

سرورق:

جلد نگار

جہانگیر اورنگ

علامہ احمد علی قصوری

ڈاکٹر ضیاء الحبيب صابری

مولانا محمد منشا تائش قصوری

پروفیسر خلیل احمد نوری

صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری

مبشر:

محمد شریف نوری
0301-3168566

ترجمین:

مولانا محمد یوسف نوری

ترتیل زرکاتہ: انجمن حزب الرحمن (شعبہ تبلیغ) دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیرپور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ 56011 فون نمبر: 044-4771014 فکس: 044-4772214

E-mail: monthlynoorulhabib@hotmail.com Website: www.thenoori.com

خصوصی چندہ سالانہ: 1000 روپے

عمومی چندہ سالانہ: 300 روپے

فی کاپی: 30 روپے

ناشر محمد حبیب اللہ نوری نے کتب شریعت پر نورا ہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبيب بصیرپور سے شائع کیا

زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کا قابل اعتماد مصرف

اپنے پیارے مہرمین کے
ایصالِ ثواب کے لیے آپ کے پاس
بہترین موقع موجود ہے

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیرپور شریف

اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوا سراسر
ضامنِ نجات ہوتا ہے، آج ایک روپیہ ادائیگی
آخرت میں لاکھوں کا اجر پائیے

مہمانانِ رسول کریم ﷺ کے دست دہاڑ دینے، یہ آپ کی توجہ کے منتظر ہیں، اصحاب صفہ کے پیروکار
قوم کے یہ سید و ملت اسلامیہ کے پاس بان اور آپ کی انگلیوں کے ترجمان ہیں

ان کی کفالت کیجیے

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف

میں زیر تعلیم درس نظامی اور حفظ و ناظرہ کے طلبہ و طالبات کی تعلیم، رہائش، خوراک اور میڈیکل وغیرہ
کے واجبی اخراجات ادارہ برداشت کرتا ہے۔۔۔ سالانہ اخراجات دو کروڑ روپے سے زائد ہیں۔۔۔
ایک طالب علم پر ماہانہ تین ہزار (=3000) روپے خرچ آتا ہے، خدمت دین کے جذبہ سے سرشار فقیر
حضرات توجہ فرما کر کم از کم ایک بچے کی مکمل اور مستقل کفالت اپنے ذمہ لے لیں۔۔۔
آپ کے تعاون سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والا عالم دین ترویج و اشاعت دین اور فروغ علم کی خدمات
سرا انجام دے کر آپ کے لیے اور آپ کے مہرمین کے لیے ایصالِ ثواب اور صدقہ جاریہ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔۔۔

اپنی زکوٰۃ، صدقات، عشر اور دیگر عطیات جمع کروائیں،
کرنٹ اکاؤنٹ PLS-11911-2 نیشنل بینک بصیرپور رانچ کوڈ نمبر 0310

رابطہ کے لیے: مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف ضلع اوکاڑا

044-4771014 - 0300-4321088

اس شمارے میں

۵	ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبيب صابری	ہمدردی اور غم خواری کا مہینا
۱۲	روزنامہ نوائے وقت، لاہور	کشمیر میں ایک اور اسرائیل بنانے کا امریکی منصوبہ
۱۵	صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری	صیام، رمضان اور ہماری ذمہ داریاں
۲۱	مولانا محمد نور المصطفیٰ رضوی	رمضان المبارک کی عبادتیں
۳۳	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	روزہ کی حکمتیں
۳۹	مفتی محمد سعید خان	تلاوت قرآن حکیم سے متعلق بعض اہم مسائل
۴۵	علامہ غلام رسول سعیدی	رمضان المبارک میں وفات پانے والی امہات المؤمنین
۴۹	پروفیسر علامہ نور بخش توکلی	حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا علیہا
۵۳	مولانا محمد منشا تابش قصوری	بدری صحابہ کے ایمان افروز واقعات
۵۸	اظہار احمد	آؤ! کٹھن جنت چلیں!
۷۱	پروفیسر محمد الیاس اعظمی	قائد اعظم کا تصور پاکستان
۷۹	مولانا محمد علی نقشبندی	آداب درود
۸۳	مولانا محمد ناصر خان چشتی	عید الفطر، عظمت و فضیلت اور فلسفہ
۹۱	محمد اصغر مجددی	شیر کی سواری، دیوار کی گاڑی
۹۷	ادارہ	وفیات
۹۶	ادارہ	اوقات نماز

منظومات

۳	راجا رشید محمود	حمد کبریا ﷺ
۴	راجا رشید محمود	نعت مصطفیٰ ﷺ
۱۳	ریاض حسین چودھری	اے مرے اچھے خدا!
۱۴	ریاض حسین چودھری	سرکار، مری تشنہ لبی کا بھی مداوا
۲۸	سید نصیر الدین نصیر	بکھور اہل بیت سرور موجودات حضرات ازواج مطہرات
۵۲	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	بخیرت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ
۹۴	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری	اعلیٰ حضرت کی زمین میں (نعت)



ماہ نامہ نور الحبيب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحبيب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



حمد کبریا ﷺ

بندہ جو رب کو قلب کے اندر رکھیں کہے
امدادگار اس کو کہے اور معین کہے
الہادی، الحفیظ کہے کبریا کو وہ
قرآن کو جو خلاصہ دین میں کہے
”الکافی“ ہو پکار تری تو ملک اسے
انگشتری حب خدا کا نکلیں کہے
رب، العزیز و الودود و الرؤف ہے
سجدے میں جا کے بندہ رب کی جبین کہے
اسماء رب ہوں جس کی زباں پر، اسے کوئی
کیوں کر الم گزیدہ رہے یا حزیں کہے
اس کو وسیلہ دیں جو دعا میں حبیب ﷺ کا
اک حرف استجاب تو مالک وہیں کہے
بیت خدا ہے مجھ پہ، میں تجھ سے رفیع ہوں
کر کے خطاب چرخ بریں کو زمین کہے
مومن ہے، بندہ رب کا ہے، پینا وہی ہے، جو
سمجھے جمیل رب کو اور حسن آفریں کہے
حافظ کہو کلام مہمیں کا تم اسے
جو مصطفیٰ ﷺ کو شاید کل عالمیں کہے
محمود درک رکھتا ہے معراج کا وہی
جو رویت غفور کو عین یقین کہے

راجا رشید محمود



نعت مصطفیٰ ﷺ

جس کی نظر کو دنیا جہاں دور ہیں کہے
وہ بندہ مصطفیٰ ﷺ کو شرِ مرسلین کہے
زائر جو پہنچے شہرِ رسولِ کریم ﷺ میں
ہر ذرّے کو وہاں کے، بہشتِ بریں کہے
اس کو ہوں قبر و حشر کی آسان منزلیں
انسان ”یا نبی“ جو دم واپسین کہے
سیکھا جنہوں نے دینِ نبی ﷺ کے صحابہ سے
اسلام کی زبان انہیں تابعین کہے
کافر بھی ہو تو سیرتِ احسن کو دیکھ کر
صادق نبی ﷺ کو سمجھے، نبی کو امیں کہے
تیری زباں کو قدسیانِ عرش داد دیں
دستارِ قبہ کو جو تو حسنِ زمیں کہے
کفار سے کیا جو نبی ﷺ نے معاہدہ
وہ عہد ہے کہ رب جسے فتح میں کہے
اونچا جو مجھ سے ہوتا ہے، چومو درِ نبی ﷺ
اہلِ ولا کے کان میں چرخِ بریں کہے
دنیا میں کوئی بھی نہیں سرکارِ ﷺ کے سوا
”ایسا حسین، حسن بھی جس کو حسین کہے“
قربِ نبی ﷺ و رب کرے محمود کیا بیاں
قرآن دو کماں سے بھی جن کو قرین کہے

راجا رشید محمود



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۲ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

ہمدردی اور غم خواری کا مہینا

ڈاکٹر مفتی ضیاء الحبیب صابری

روزہ واحد عبادت ہے جسے آسمانی و غیر آسمانی مذاہب کی پیروکار تمام اقوام و ملل روحانی بالیدگی کے لیے سب سے موثر قرار دیتی ہیں، قرآن مجید نے بھی تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کے لیے اہل ایمان کو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

رمضان کے پورے مہینے کا روزہ مرحلہ وار فرض کیا گیا، مسلمانوں نے ۲ ہجری میں ماہِ رمضان کے فرض روزے پہلی بار رکھے۔ اس ماہِ مبارک کی فضیلت سے ہر مسلمان آگاہ ہے، مالک دو جہاں سید انس و جاں، حامی بے کساں، شفیع مجرماں، رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا ابوالقاسم محمد رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانِ عالی سے پتا چلتا ہے کہ ماہِ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی اور دنوں کے ستر فرضوں پر بھاری ہے۔ اسی ماہِ رمضان کا یہ رتبہ ہے کہ اس میں نفل کی ادائیگی پر اور دنوں کے فرض کے برابر اجر ملتا ہے۔ خود آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اس مہینے کی جلوہ گری سے پہلے ماہِ شعبان معظم ہی میں صیام و قیام میں بھرپور اضافہ فرماتے۔ جو سراپا جو د و کرم ہیں، ماہِ رمضان میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
بخششوں، عطاؤں اور داد و دہش کا میل رواں ہو جاتے۔ آپ کا کئی کئی روزا افطار نہ کرنا روزے کی
روحانی کیفیات اور اس کی حلاوتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

شہر رمضان، جامع کمالات ماہِ کرم جس کا ایک ایک پل قیمتی اور بے بدل فیوض و برکات سے
مملو ہوتا ہے۔ رؤف و رحیم آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لیے اپنی امت کو اس ماہِ مبارک کی
جلوہ فگنی سے پہلے پہلے متنبہ فرمادیا تا کہ کوئی بھی امتی اس خیر و برکت والے مہینے کے کسی لمحے کی
رحمت سے محروم نہ رہ جائے۔ امام ابو بکر محمد بن قاسم ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی صحیح میں
پانچ واسطوں سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ
مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكَكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ
خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ - جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ
بِخَصَلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِي مَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً
كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَ هُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ
و شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَ شَهْرٌ يَزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِّدُنُوبِهِ
وَعِتَقٌ رَقَبَتَيْنِ مِنَ النَّاسِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرٍ مَنْ غَيْرَ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ
قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا يَفْطُرُ الصَّائِمَ فَقَالَ يُعْطَى اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا
عَلَى تَمَرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَ هُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَ آخِرُهُ مَغْفِرَةٌ وَ
آخِرُهُ عِتَقٌ مِنَ النَّاسِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ فِيهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ وَ أَعْتَقَهُ مِنَ النَّاسِ
وَ اسْتَكْثَرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خَصَالٍ خَصَلَتَيْنِ تَرْضَوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَ خَصَلَتَيْنِ
لَا غِنَى بِكُمْ عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تَرْضَوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَ تَسْتَغْفِرُ وَنَهُ أَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَى بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسَالُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَ تَعُوذُونَ
بِهِ مِنَ النَّاسِ وَ مَنْ اشْبَعَ فِيهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةٍ لَا يَظْمَأُ
حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ --- [صحیح ابن خزیمہ، جلد ۲، صفحہ ۸۱۲]

”سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے

شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم پر ایک مہینا آ رہا ہے جو

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
بہت برکتوں والا مہینا ہے اور بہت مبارک مہینا ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو
ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ فرض فرمایا اور اس رات کے
قیم کو ثواب کی چیز بنایا۔ جو شخص اس بابرکت مہینا میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا
قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں کسی فرض کو ادا کر لیا جائے اور جو شخص
اس مبارک مہینا میں کسی فرض کو ادا کرے گا وہ ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔
یہ مہینا صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینا لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔
اس مہینا میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا
اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب بنے گا اور روزہ دار کے
ثواب کی طرح اس کو ثواب ہوگا۔ لیکن اس روزے دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں ہر شخص تو
اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے، تو رسول کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے بھی
کوئی افطار کر دے یا ایک گھونٹ پانی ہی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے، اس پر بھی
مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مبارک مہینا ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے اور
درمیان کا حصہ مغفرت اور اس کا آخری حصہ آگ سے آزادی کا ہے۔ جو شخص اس مہینا میں
اپنے غلام کے بوجھ کو ہلکا کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور آگ سے
آزادی عطا فرما دیتا ہے۔ اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو، جن میں دو چیزیں
اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں
جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور کثرت استغفار ہے۔ اور دوسری دو چیزیں
یہ ہیں کہ جنت کی طلب ہو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے
اللہ تعالیٰ (روز حشر) میرے حوض سے اُسے ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں
داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔۔۔

رمضان کا مہینا اپنے دامن میں خوش خبریوں، رحمتوں اور برکتوں کے تحفے لاتا ہے۔ جنت کے
دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر لیے جاتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 اسی مہینے ایک روپیہ خیرات کرنے سے کم از کم ستر گنا اجر بڑھ جاتا ہے، اس مبارک مہینے کا احترام
 کرنے والوں (روزہ رکھنے والوں) کے لیے جنت کا خاص دروازہ بنایا گیا ہے، جسے ”باب الریان“
 کا نام دیا گیا ہے، کما حقہ روزہ رکھنے والوں کے روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کی
 حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، روزہ گناہوں کا دشمن ہے، دیکھیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مَنْ صَامَ رَمَضَانَ
 إِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَ
 احْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ --- [شرح السنّة، جلد ۳، صفحہ ۴۷۷]

آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جو مسلمان ماہ رمضان کا روزہ رکھے اپنا محاسبہ کرتے ہوئے، اس کے پچھلے گناہ
 مٹا دیے گئے اور (اسی طرح) جو مسلمان شب قدر میں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے قیام کرے
 اس کے بھی پچھلے گناہ مٹا دیے گئے“ ---

ماہ رمضان کے دنوں کے روزے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض فرمائے اور آقا کریم
 علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقدس مہینے کی راتوں کا قیام اپنی پیاری امت کے لیے سنت بنا دیا،
 سبحان اللہ سبحان اللہ! کیا کرم ہے، حضور کے امتی کا کھانا پینا، سونا جانا، اٹھنا بیٹھنا، حالت روزہ میں
 روزمرہ کے معمولات سرانجام دینا، غرضیکہ مہینا بھر کی پوری زندگی اور زندگی کا ایک ایک سانس
 عبادت الہی شہار ہو رہا ہے۔ روزے دار کو افطار کرانے پر مغفرت و جنت کی بشارت، یہ افطار ایک کھجور
 یا کسی کے چند گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کی
 سند عطا فرما کر رخصت ہوتا ہے۔

محررہ بالاسیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا
 ایک ایک جملہ امتی کے لیے انعامات خداوندی کا بحرِ خار ہے، اس میں ایک جملہ ”شہر الموائس“ ہے،
 جس میں اس ماہِ مکرم کو ہمدردی و غم خواری کا مہینا قرار دیا ہے۔۔۔ اسلام کی تمام تر تعلیمات کا محور
 انسانی صلاح و فلاح ہے، نماز پنج گانہ کے لیے پکاری جانے والی اذان کے کلمات میں یہ دو جملے
 اپنے اندر سارا روحانی و معاشرتی پروگرام بتاتے ہیں۔ حَتَّىٰ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَتَّىٰ عَلَى الْفَلَاحِ۔
 معاشرتی فلاح و بہبود کی اہمیت ”صلوٰۃ“ کے برابر ذکر کیے جانے سے عیاں ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو
 ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸ ﴿ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 عبادت کی حقیقت کے ساتھ معاشرتی، بہبود پر بھی بھرپور کردار ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، خاص طور پر
 ”شہر رمضان“ کو ہمدردی کا مہینا قرار دیتا ہے، معاشرے کے محروم طبقات سے ہمدردی کا تقاضا ہے
 کہ ان کی زندگیوں سے محرومیوں کو دور کر کے خدا و مصطفیٰ (جل جلالہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) کی
 خوشنودی حاصل کی جائے۔ آقا کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام آجروا جبر کے درمیان خاصیت نہیں
 مواسات دیکھنا چاہتے ہیں۔ تاجروں کو کیا کیا خوش خبریاں دی گئی، دیانت دار تاجر کو روزِ شہر عرش الہی کے
 سائے میں ٹھکانہ ملنے کی بشارت کتنی بڑی بشارت ہے، ہمارے اسلاف خدمتِ خلق کی نیت سے
 تجارت کرتے تھے، ان کی سوچ اور عمل حب الہی اور حب نبی سے مخمور تھے، وہ دنیوی منفعت پر
 اُخروی فلاح کو ترجیح دیتے تھے اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی اہمیت پر یقین رکھتے تھے،
 لاج نام کی کسی چیز سے قطعی نا آشنا تھے۔

اے کاش اسلامی دنیا کے مسلمان تاجر اپنے مال مناسب منافع پر اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ
 الصلوٰۃ والسلام کی امت کو مہیا کریں، ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری جیسے دیک سے اپنی مسلم برادری کو
 محفوظ رکھنے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ حکومتیں سادگی کا شعار بنا کر قوم کو مثال بنا کر پیش کریں،
 خاص طور پر ماہ رمضان میں صنعت کار اپنی مصنوعات پر خصوصی ”رمضان رعایت“ کو رواج دیں،
 تاکہ دوسری اقوام کے صنعت کاروں کی ان کے تہواروں پر انتہائی رعایت کرنے کی مثالوں کے مقابلے میں
 مسلمان بھی اپنے تاجروں اور صنعت کاروں کی طرف سے مختلف اسلامی تہواروں پر خصوصی
 مراعاتی قیمتیں دیکھ کر اُن پر فخر کر سکیں۔ سوچے عرش الہی کا سایہ ہر تاجر کا مقدر نہیں، بلکہ عرش والے کی
 مخلوق سے ہمدردی کا معاملہ کرنے والے تاجر کو ہی اس شرف سے نوازا جائے گا۔ خوش قسمتی سے
 قیام پاکستان کے دنوں مہینے (رمضان اور اگست) اکٹھے آرہے ہیں۔

خاص خاص دنوں میں اشیاء خورد و نوش اور دیگر اشیاء سمیت کرایوں میں بھی خصوصی رعایت
 دی جانی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے، وہ مہربان کرم فرمائے تو
 پیاسے پلے کو پانی پلانے والی طوائف کو جنتی بنا دے، رمضان کا پاک مہینا تو رحمتِ یزداں کے
 بے پناہ بٹنے کا مہینا ہے، ہر کسی کو عام دعوت ہوتی ہے کہ جتنا چاہو لوٹ لو، رحمت خداوندی وہی لوٹتا ہے
 جو بندگانِ خدا سے ہمدردی کرتا ہے اور ان کے لیے سہولیات کا اہتمام کرتا ہے۔

ماہ رمضان میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بندے اللہ کے گھر کا عمرہ کرنے جاتے ہیں، ہوائی سروسز
 Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 9 ﴿ August 2011

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 دینے والی کمپنیاں عام مسافروں کے مقابلے میں عازمین عمرہ سے کرایہ زیادہ وصول کرتے ہیں۔۔۔
 ایئر لائنیز کی یہ روش سمجھ سے بالاتر ہے، حجاز مقدس میں سعودی حکمرانوں نے حجاج و معتمرین کے لیے
 قابل تعریف سہولیات کا اہتمام کیا ہوا ہے اور ان خدمات کو مزید بہتر کرنے کی سعی بھی دکھائی دیتی ہیں
 مگر شاید خادمِ حرمین شریفین کے علم میں نہیں کہ سعودی ایئر لائنیز بھی دوسری ایئر لائنز کی طرح بے جا طور پر
 عازمین عمرہ سے عام مسافروں سے زیادہ کرایہ وصول کر رہے ہیں، جو کہ سعودیہ کے شایانِ شان نہیں،
 حرمین شریفین مرکزِ اسلام ہیں، ساری دنیا کے مسلمان ان مقامات کی حاضری کی تمنا رکھتے ہیں،
 کیا ہی اچھا ہو خادمِ حرمین شریفین کرایوں کی کمی کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔

اہلِ مکہ! سبحان اللہ کیا خوش قسمت اور سعادت مند لوگ ہیں جو بیت اللہ شریف کے ہمسایہ ہیں،
 پانچوں وقت کی اذانیں سنتے، حرم شریف میں ادائیگی کا لطف اٹھاتے، زم زم نوش کرتے، بیت اللہ شریف،
 حجرِ اسود، حطیم اور مقامِ ابراہیم کی زیارت سے بافراط مشرف ہوتے ہیں۔ بیت اللہ جہاں ہر وقت
 انوارِ تجلیات کی برکھا برستی ہے، جس کے مطاف میں رجال اللہ میں سے کوئی نہ کوئی، ہستی فیض بارہوتی ہے،
 مکہ جو اللہ کا شہر ہے، جس میں اللہ کا گھر ہے، جس کے پتھر (حجرِ اسود) کا بوسہ، زائر کو نہال کر دیتا ہے،
 صحنِ کعبہ جس میں قدم قدم پر قبولیت دعا کے مقامات بکھرے پڑے ہیں۔ مکہ کے لوگو، عظیم و سعید لوگو،
 اللہ سبحانہ کے مہمانوں کے لیے تمہاری زندگیاں ایک نمونہ ایک مثال ہیں، بیرونِ حجاز سے آنے والے
 تمہاری زیارت کو بڑی سعادت تصور کرتے ہیں۔ تمہاری شخصیات سے شفقت کی امید رکھتے ہیں۔
 اللہ سبحانہ کے مہمانوں کے آپ میزبان ہو،

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
 مکہ والو! خدا را ناراض نہ ہونا، اللہ سبحانہ کے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ
 علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے چند ارشادات کی طرف آپ سے توجہ کی التجا ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے
 زندگی کے جھمیلوں سے اس طرف توجہ کی فرصت ہی نہ ہوئی ہو۔ یہ ارشادات مکہ مکرمہ میں
 کرایہ مکانات سے متعلق ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ (مرضى الله تعالى عنهما) مَنْ أَكَلَ كِرَاءَ بَيْوتٍ مَكَّةَ
 أَكَلَ الرَّيَّا۔۔۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۴/۱، صفحہ ۳۹۱]

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "مَكَّةَ حَرَامٌ"

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیرپور شریف ﴿ ۱۰ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
 حَرَمَهَا اللَّهُ لَا تَحِلُّ بَيْعُ سَرَائِعِهَا وَلَا إِجَارَةُ بَيْوتِهَا۔۔۔

[مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۴/۱، صفحہ ۳۹۱، شرح معانی الآثار، جلد ۳، صفحہ ۳۱۵، حدیث نمبر ۵۵۳۸]
 ان روایات کی روشنی میں مکہ مکرمہ کے مکانات کا کرایہ لینا جائز نہیں۔۔۔ مرکز اسلام
 مکہ مکرمہ کے قابل صدا احترام مکینوں سے یہ امید بے جا نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مہمانوں سے
 کم از کم وہ سلوک تو کریں گے جو ڈیڑھ دو صدی پہلے کے مکی مسلمان مہمانانِ خداوندی سے
 روا رکھتے تھے۔ اُن زمانوں کے زائرین و حجاج کے سفر نامے بتاتے ہیں کہ حرمین شریفین کے مکین
 اللہ جل و علاء اور سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں سے کس محبت، شفقت اور
 ہمدردی سے پیش آتے۔ حجاج و زائرین کی دل کی پوری سچائی اور چاہت سے خدمت کرتے،
 حالانکہ اُس زمانے کے مکی و مدنی مسلمان خود افلاس زدہ اور معاشی نا آسودگی کا شکار تھے۔ مگر الحمد للہ
 آج دولت کی ریل پیل ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حرمین شریفین کے مکینوں کو زندگی کی فہرمت سے
 مالا مال فرما رکھا ہے تو پھر غریب مسافر، اللہ کے مہمانوں کی میزبانی یا موجودہ رویہ کیوں؟



جانشین حضور سیدی فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری
 مدظلہ العالی کو حسب سابق اس بار بھی باذنہ تعالیٰ حاضری مدینہ منورہ اور عمرہ کی
 سعادت نصیب ہو رہی ہے، توقع ہے کہ آپ کا یہ سفر سعادت ۱۹ جولائی کو
 شروع ہوگا۔۔۔ آپ بصیرپور شریف سے کراچی تشریف لے جائیں گے اور
 ۲۱ جولائی کو ڈائریکٹ فلائٹ کے ذریعہ مدینہ طیبہ حاضری ہوگی۔۔۔
 نصف رمضان المبارک شہر محبوب ﷺ میں گزارنے کے بعد ۱۵ جولائی کو
 مدینہ منورہ سے لاہور واپسی ہوگی۔۔۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ
 صاحبزادہ فیض نوری حسب سابق ساتھ ہوں گے۔۔۔



اے مرے اچھے خدا

مشکلیں آسان کر دے، اے مرے اچھے خدا
مفلسی نے مجھ سے تدبیروں کے چھینے ہیں چراغ
میرے ہاتھوں میں تلاشِ رزق کی رکھ دے لکیر
تیرے بندے در بدر پھرتے رہیں گے کب تک
بھوک کھیتوں میں اُگے گی کیا قیام حشر تک
چھین لے کشتوں مجھ سے اے مرے رب کریم
کیا بچائیں گے ہمیشہ ہی صف ماتم، گلاب
آسمان نے موندلیں آنکھیں کسی کے خوف سے
پھر مرے نشہ لبوں پر پھول کھل انھیں ہزار
آرزو پرواز کی زنجیر پا ہوتی نہیں
اپنی منزل کے انہیں آثار بھی آئیں نظر
بے حسی نے جسم پتھر کر دیا انسان کا
گھپ اندھیروں میں دکھائی کچھ نہیں دیتا مجھے
روشنی کو دیکھنے کا کھو نہ بیٹھوں میں ہنر
میرے آگن میں اتر آئے ستاروں کی قطار
کس طرح چروں کی اترے گی تھکن اب راہ میں
دھوپ کے خیمے اٹھائے پھر رہے ہیں آج بھی
عدل کی بنیاد پر تعمیر ہو قصر قلم
پھر کہیں الجھا نہ رہ جائے مسائل میں ریاض

دامنِ امید بھر دے، اے مرے اچھے خدا
پھر تمیزِ خیر و شر دے، اے مرے اچھے خدا
بے ہنر کو بھی ہنر دے، اے مرے اچھے خدا
سب کو اک اچھا سا گھر دے، اے مرے اچھے خدا
خوشہ گندم کا زر دے، اے مرے اچھے خدا
ہاتھ میں لعل و گہر دے، اے مرے اچھے خدا
شاخ پر برگ و ثمر دے، اے مرے اچھے خدا
رات کو نورِ قمر دے، اے مرے اچھے خدا
پھر دعاؤں میں اثر دے، اے مرے اچھے خدا
پھر قفس میں بال و پردے، اے مرے اچھے خدا
قافلوں کو رہ گزر دے، اے مرے اچھے خدا
ہر کسی کو چشم تر دے، اے مرے اچھے خدا
روشنی، شام و سحر دے، اے مرے اچھے خدا
عرصہ شب مختصر دے، اے مرے اچھے خدا
چاند کو اذنِ سفر دے، اے مرے اچھے خدا
پھول برساتے ہنر دے، اے مرے اچھے خدا
لاکھ برگد کے شجر دے، اے مرے اچھے خدا
علم کے قلب و نظر دے، اے مرے اچھے خدا
داستانِ معتبر دے، اے مرے اچھے خدا

ریاض حسین چودھری



کشمیر میں ایک اور اسرائیل بنانے کا امریکی منصوبہ

امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے بارے انکشاف ہوا ہے کہ اس نے ۱۹۹۴ء سے پاکستان سمیت مسلم ملکوں اور چین کے حوالے سے ایک منصوبہ بنایا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں یہودیوں کو آباد کر کے ان کے لیے ایک نیا ملک بنایا جائے جو چین اور پاکستان پر نظر رکھے۔ امریکی سی آئی اے مسلمانوں کو کھڑوں میں تقسیم کر کے ان کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے کے منصوبے پر عرصہ دراز سے عمل پیرا ہے۔ ۳ جون ۱۹۴۲ء کو خلافت عثمانیہ پر شب خون مار کر مسلمانوں کی قوتِ مجتمع کو منتشر کیا اور درجن بھر ملک بنا کر مسلمانوں کو کمزور کیا، اسی طرح ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل کے نام سے صہیونی ریاست بنا کر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا، اسی طرح اب سی آئی اے ۱۹۹۴ء کو ترتیب دیا گیا منصوبہ خدا نخواستہ اگر کامیاب ہو جاتا ہے تو اس سے بھی کشمیری مسلمانوں کو مولیٰ گاجر کی طرح کاٹا جائے گا اور بھارت کو ایک نیا حلیف مل جائے گا۔ جب کہ پاکستان کی بغل میں ایک صہیونی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد اس خطے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے، اس کا اندازہ فلسطین کے موجودہ حالات کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ امریکہ ایک اور لے پالک بھارت کے ذریعے چین اور پاکستان کو کنٹرول کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور غیر ملکی امداد سے چلنے والی این جی او، سی آئی اے کی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے کاموں میں مصروف ہیں، اسی طرح اس منصوبے میں بلوچستان کے اندر بھارتی لابی کو مضبوط کرنا اور علیحدگی کی آواز بلند کرنا بھی شامل ہے۔ موجودہ حالات کو اگر دیکھا جائے تو سی آئی اے ۱۹۹۴ء کے پلان پر مکمل طور پر عمل پیرا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو امریکی سازش سے آگاہ رہتے ہوئے جلد از جلد امریکہ اور اس کے کارندوں کو اس خطے سے نکالنے کی کوشش کرنی چاہیے اور غیر ملکی این جی او کی سرگرمیوں کو بھی مانیٹر کرنا چاہیے۔

[روزنامہ نوائے وقت لاہور، ادارتی صفحہ ۱۰، مورخہ ۱۱ جولائی ۲۰۱۱ء]



سرکار، مری تشنہ لبی کا بھی مداوا

سرکار، میں آنسو ہوں سر شاخ جلا ہوں
سرکار، میں محتاج مسلسل ہوں کرم کا
سرکار، اندھیرا ہی اندھیرا ہے گلی میں
سرکار، مرے صبر کا پیانہ نہ چھلکے
سرکار، یہ شب اشک بہانے میں ہے گزری
سرکار، مرا رزق کشادہ ہو زمیں پر
سرکار، مری تشنہ لبی کا بھی مداوا
سرکار، میں کعبے کو دل و جاں میں بسا کر
سرکار، تلافی ہو مرے گزرے دنوں کی
سرکار، ہو لحاظ مسرت کی بشارت
سرکار، ہوں احوال بیاں کرنے سے قاصر
سرکار، مرے حق میں دعاؤں کی ہو بارش
سرکار، ابھی اور عطاؤں کی ہو بارش

ریاض حسین چودھری



صیام، رمضان اور ہماری ذمہ داریاں

صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری
ایل ایل بی (آنرز) الشریعہ والقانون
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

صوم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی جمع صیام ہے۔ تاہم روزہ مختلف زبانوں میں مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے، جیسے فارسی اور اردو میں روزہ، عربی میں صوم اور انگریزی میں fasting وغیرہ۔ صوم کے معنی رکنے کے ہیں اور قرآن کریم میں صوم کے لیے صبر کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ضبط نفس اور ثابت قدمی کے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے حکم پر اپنی خواہشات سے رکنے کا نام روزہ ہے اور یہ عبادت ہے اور اسلامی ارکان میں یہ تیسرا رکن ہے۔ بظاہر یہ ایسی عبادت ہے کہ جس میں انسان ظاہری خواہشات کو قابو میں رکھ کر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، مگر حقیقت میں باطنی خواہشات اور برائیوں سے خود کو محفوظ رکھنا بھی روزے کے وسیع مفہوم میں شامل ہے اور محض بھوکا پیاسا رہنا نہ مطلوب ہے نہ مفید۔ حضور ﷺ نے واضح طور پر اردو و لوک الفاظ میں فرمایا ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْجَهْلِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَا حَاجَةَ لِلَّهِ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ---

[ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب ما جاء فی الغیبة و الرفث للصیام]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
”جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ، جاہلانہ باتیں اور برے اعمال ترک نہ کرے،

9

تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ روزہ نہ صرف امت مسلمہ پر فرض ہوا ہے بلکہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اور یہودی اسلام کی آمد کے وقت روزے کی عبادت سے واقف تھے۔ البتہ پہلی امتوں میں روزوں کی تعداد اور روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے اوقات مختلف تھے۔ کسی کے ہاں ایک دن کا روزہ تھا تو کسی کے ہاں ایک سے زیادہ دن کا اور یہ بات قرآن کریم کی نص سے بھی واضح ہوتی ہے، جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ --- [البقرة: ۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم پر ہیز گار بن جاؤ۔“

اسلام میں روزے کو بہت اہمیت حاصل ہے، اسے بدن کی زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّوْمَ لِيْ وَ اَنَا اَجْزٰی بِہٖ --- [صحیح مسلم، باب فضل الصیام، حدیث ۱۱۵۱]

”روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

اور حدیث مبارک میں نبی رحمت سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے:

”جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ کا نام باب الریان ہے، اس دروازہ سے جنت میں روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔“ [رواہ ہل بن سعد، بخاری و مسلم]

روزہ انسان کے لیے گناہوں سے پاکیزگی کے حوالے سے کس قدر مفید ہے، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ قَامَهُ اِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ --- [ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان]

”جس نے ایمان اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اور اس کی راتوں کو قیام کیا، اس کے تمام پہلے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے۔“

آگے بڑھنے سے پہلے روزے کی کچھ حکمتوں اور فوائد کا بھی جائز لیٹنا چاہیے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۱۶ ء رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
در حقیقت روزے کی فرضیت بے شمار حکمتوں کی حامل ہے۔ اولین حکمت وہی ہے جس کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسانیت تقویٰ و پرہیزگاری کی صفت سے متصف ہو جائے۔ تقویٰ اس کیفیت کا نام ہے کہ جس کے حاصل ہونے سے انسان از خود گناہوں کی طرف بڑھنے سے جھجک محسوس کرنے لگتا ہے۔ یوں کہیے کہ جیسے کانٹوں پر چلنا انسان کے لیے طبعاً دشوار ہوتا ہے یا نجاست میں آلودہ ہونا جبلی طور پر ناگوار ہوتا ہے۔ اسی طرح تقویٰ شعائر انسان کو بھی گناہ کی طرف بڑھنا نہایت مشکل اور بھاری ہوتا ہے اور جیسے پھول ہر انسان کو پرکشش لگتے ہیں، اسی طرح متقی آدمی بھی نیک باتوں کی طرف بے تابانہ بڑھتا ہے۔ پس روزہ انسان کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ انسان کے نیکی کی طرف فاصلے کم اور برائی سے فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جنت کا حق دار اور جہنم کی آگ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسی چیز کو

رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

الصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّاسِ كَجُنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ --- [ابن ماجہ،

ابواب ما جاء فی الصیام، باب ما جاء فی فضل الصیام]

”روزے آگ سے ڈھال ہیں جیسا کہ تمہاری ڈھال قتال کے وقت کام آتی ہے۔“

روزے کا ایک اہم فائدہ اور حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا یقین پختہ اور گہرا ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ احساس کہ انسان کا فرمانروائے مطلق بس اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آپ ذرا غور کریں کہ روزے دار کو جب شدید بھوک کی حالت میں کمر سیدھی رکھنا دشوار ہو رہا ہو اور پیاس کے باعث زبان سوکھ کر کاٹا بن چکی ہو، لیکن لذیذ کھانوں اور عمدہ مشروبات کو دیکھنا بھی اسے گوارا نہیں ہوتا۔ یہ حکم الہی کی تعمیل اور اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم مطلق تسلیم کرنے کا کس قدر نشان دار عملی مظاہرہ ہے، جو کسی دوسری عبادت میں نہیں دکھائی دیتا، ماسوائے عبادت روزہ کے۔ جب کبھی کوئی روزہ دار کے پاس کھائے پیے تو ظاہر ہے کہ اس وقت کھانے کی اشتہا اور پانی کی طلب اور بھی بڑھ جاتی، لیکن روزے دار صبر کرتا ہے تو اس وقت اللہ کی رحمتیں خوب نازل ہوتی ہیں۔ حضرت ام عمارہ بنت کعب انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی تو کھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں (نفلی) روزے سے ہوں۔ فرمایا:

”کسی روزہ دار کے پاس جب کوئی غیر روزے دار کھانا کھاتا ہے تو فرشتے اس پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ رَحْمَتِيْنَ نَازِل كَرْتِهٖ هِيَ، جَنِّیْ كِهْ كِهَانِیْ وَ اَلَا كِهَا كَر فَارِغْ هُو جَاغَیْ” ---

10

[ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصائم اذا اكل عندہ]

روزے کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے دوسروں کے لیے ہم دردی اور غم خواری کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے، جس سے غریبوں اور بے کسوں کی اعانت و مدد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مال دار اور امیر طبقہ جسے عام حالات میں کبھی بھوک اور پیاس سے واسطہ ہی نہیں پڑا ہوتا، جسے صبح و شام لذت کام و وہن کے علاوہ کوئی اور بڑی مصروفیت ہی نہیں، ایسے افراد بھی مہینہ بھر فاقہ کے عملی تجربے سے گزرتے ہیں۔ یہ تجربہ انہیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ جو بندگان خدا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلسل فاقہ نشی اور بھوک میں مبتلا رہتے ہیں، ان پر کیا یتیمی ہوگی۔ یہ احساس انہیں معاشرے کے نادار اور ضرورت مندوں کی مدد پر ابھارتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کو شہر المواساة یعنی غم خواری کا مہینہ قرار دیا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا اپنا معمول مبارک یہ تھا کہ عام دنوں اور مہینوں کی نسبت اس ماہ مکرم میں زیادہ خیرات فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَ كَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرِيلُ ---

”رسول اللہ ﷺ ویسے تو پوری انسانیت میں سب سے زیادہ سخی تھے، لیکن ماہ رمضان میں جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت عام دنوں کی نسبت اور زیادہ ہو جاتی“ ---

مزید فرمایا کہ جب رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تو آپ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتی۔ [صحیح بخاری، باب بدء الوحی]

روزے کا ایک اہم تربیتی پہلو یہ ہے کہ اس سے انسان کو اخلاص کا عملی سبق ملتا ہے اور ریا کاری کے جذبات کی نفی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ ایک خاموش اور بے ریا عبادت ہے کہ جب تک انسان کسی کے پاس اس کا اظہار نہ کرے، دوسروں کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے:

لَيْسَ فِي الصِّيَامِ رِيَاءٌ --- ”روزے میں ریا کاری نہیں ہے“ --- [شعب الایمان]

یہ بھی ہمیں علم ہے کہ اخلاص اور حسن نیت ہی تمام اعمال کی جان اور مغز ہے۔ اخلاص کے ساتھ ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۱۸ ۱ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ کیا ہوا کام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے اور بری نیت یا دکھلاوے کی عبادت محض مشق ہے، جس پر اللہ کی ناراضی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مہینہ بھر صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے بھوک پیاس برداشت کرنا انسان کو عملی سبق دیتا ہے کہ وہ تمام اعمال اخلاص اور حسن نیت سے انجام دے اور خود کو ریا کاری سے محفوظ رکھے۔

روزے سے روحانی قوتوں کی خوب افزائش ہوتی ہے، روحانیت کی منزل پر سفر کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کوئی زاد راہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے تمام مذاہب عالم میں بھوک اور پیاس کے ذریعے برائی پر ابھارنے والی قوتوں کو دبانے اور روحانیت کی نشوونما کی مشق کی جاتی ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ روزہ الہامی مذاہب کی عبادات کا لازمی جزو رہا ہے، اسی وجہ سے یہ مقررین بارگاہ کی دل پسند اور مرغوب عبادت ہے۔ آغاز وحی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو غار حرا کی خلوتیں پسند ہو گئی تھیں، جہاں آپ کئی کئی دنوں تک یاد الہی میں مصروف رہتے اور بہت کم کھانا کھاتے۔ پھر امت کو صبح سے شام تک روزہ کا قانون دیا مگر خود اس کی لذت آشنائی کے باعث کئی کئی دن تک غذا ترک فرما دیتے جسے صوم الوصال کہا جاتا ہے۔ درحقیقت ظاہری غذا روح کو جوصل اور کمزور بنا دیتی ہے مگر ترک غذا سے روح کو توانائی ملتی ہے، جس سے کشف و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔

رمضان المبارک اسلامی سال کا نوواں مہینہ ہے اور یہ بے حد برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہے۔ اس ماہ کے فضائل میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں“ --- [صحیح بخاری/صحیح مسلم]

رمضان تزکیہ نفس، تقویٰ، صدق و صفا، مکارم اخلاق، زہد، صبر و استقامت، عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کی راتیں تمام راتوں سے افضل، اس کے دن تمام دنوں سے افضل اور اس کی ساعتیں تمام ساعتوں سے افضل ہیں۔

ان احادیث کو سمجھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مہینہ کتنا برکتوں والا مہینہ ہے، اس میں کی گئی ہر نیکی کا ثواب دگنا اور چوگنا ہو جاتا ہے اور اس میں رکھے گئے روزوں کا اجر بہت زیادہ کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ اجر اتنا ہو جاتا ہے جتنا رب چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو دے۔ اور اس کریم و بے نیاز رب کے کیا کہنے کہ جب وہ نوازتا ہے تو بے نیاز ہو کر نوازتا ہے اور اتنا نوازتا ہے کہ بندے کی طلب ختم ہو جاتی ہے، پر رب کی عطا ختم نہیں ہوتی۔

رمضان المبارک کی عبادتیں

صاحبزادہ مولانا محمد نور المصطفیٰ رضوی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ --- [پارہ ۲، سورۃ البقرۃ]

”اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے، جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ کہیں تم پر ہیزگار بن جاؤ“ ---

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ --- [ایضاً]

”ماہ رمضان المبارک، جس میں اتارا گیا قرآن کریم اس حال میں کہ یہ راہ دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی، سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ مہینہ روزے رکھے“ ---
رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے ایمان و اخلاص سے رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ
دوستو! یہی مبارک مہینہ پھر آ رہا ہے، ایسی برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور ہو کر ایک بار پھر ہمیں نوازنے آ رہا ہے اور یہ ہماری طاقت اور ہمت ہے کہ ہم اس سے کتنے فیض یاب ہوتے ہیں۔
ستائیسویں رمضان المبارک ہی کی ایک پاکیزہ رات تھی کہ جب اس ازلی وابدی مولانا نے ہم پر کرم کیا اور ہماری رہنمائی کرنے والی کتاب نازل فرمائی تاکہ ہم اس پہ عمل کریں اور اپنی آخرت کو کامیاب بنا سکیں۔ وقت بیتا گیا اور پھر ستائیسویں رمضان المبارک کی ایک حسین رات آئی، جب اللہ نے پھر امت مسلمہ پر احسان کیا اور دنیا کی سب سے پہلی نظریاتی ریاست پاکستان کا قیام ہوا۔ یہ پاکستانیوں پر اللہ رب العزت کا بہت بڑا احسان ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ہم بھول گئے اور سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ بجائے ۲۷/رمضان المبارک کے ۱۴ اگست کو یوم پاکستان کے طور پر منایا۔ آج پوری امت مسلمہ ذلیل و رسوا ہو رہی ہے، مسلمانوں کا چین و سکون برباد کر دیا گیا ہے اور ہماری نوجوان نسل دین سے دور کر دی گئی ہے۔ ہماری تاریخ بھلا دی گئی ہے اور ہم ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔

دوستو! اب بھی وقت ہے کہ ہم لوٹ آئیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی طرف کیوں کہ اسی میں عزت ہے، اسی میں بھلائی ہے، آج بھی اور کل آخرت میں بھی۔
رمضان پھر آ رہا ہے۔ پھر موقع ہے عہد کرنے کا، عمل کرنے کا اور اپنی زندگیاں بدلنے کا۔ ہو سکتا ہے اگلے سال ہمیں یہ موقع نہ ملے اور ہم یوں ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ آؤ! اب وقت ہے، آؤ اور اس رحیم آقا کی بارگاہ میں کھڑے ہو جائیں اور اپنے سرسجدے میں جھکالیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہم وہ زندگی گزاریں گے جو ایک مسلمان کی شان کے مطابق ہوگی۔ اس میں اخلاص ہوگا، وفا ہوگی، ایمان داری ہوگی اور اپنے آقا کی بندگی ہوگی۔ حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرد مومن کی شان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان
تہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
بخش دیے گئے۔۔۔ [بخاری و مسلم]

لے ”جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ”الریان“ (تروتازگی اور سیرابی والا دروازہ) ہے، اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔۔۔ [ابن ماجہ]

لے ”جس شخص نے کسی معقول (شرعی) عذر کے بغیر رمضان کا (ایک بھی) روزہ نہ رکھا (بعد میں) اس کا تمام عمر روزہ رکھنا (اس ایک روزے کا) معاوضہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ [ترمذی شریف]

لے ”رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جائیں گی سواروزے کے کہ روزہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا (یامیں خود اس کا ثواب ہوں)۔ روزہ دار میرے لیے اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے، اس کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری اپنے رب سے ملنے وقت ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزہ ڈھال ہے۔۔۔ [بخاری و مسلم]

لے ”جب رمضان آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔۔۔ [بخاری و مسلم]

روزہ

نماز اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ۱۰ شعبان ۲ھ میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ شریعت میں روزہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے، پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ روزے کے لیے عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

نماز کی طرح ہر عاقل و بالغ مسلمان پر پورے ماہ رمضان المبارک کے دنوں کے روزے فرض عین ہیں، ان کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑے والا سخت گناہ گار ہے۔

روزہ کی نیت

نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی تو یوں کہے:

نَوَيْتُ اَنْ اَصُومَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ فَرَضِ رَمَضَانَ۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۲۲ ء رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
”نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے، اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔۔۔“

دن کے وقت نیت کی تو یوں کہے:

نَوَيْتُ اَنْ اَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِنْ فَرَضِ رَمَضَانَ۔۔۔

”نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے، آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا

(اس تصور سے کہ صبح صادق سے روزہ دار ہوں)۔۔۔“

روزے توڑنے والے کام

- کھانے، پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو، ورنہ نہیں۔
- حقہ، سگریٹ، بیڑی، سگار وغیرہ پینے سے اور پان تباک وغیرہ کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔
- شکر، چینی، گڑ وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے کھل جاتی ہیں، منہ میں رکھیں اور نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔
- دانتوں میں کوئی چیز چبنے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اسے کھایا یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھالی تو روزہ جاتا رہا۔
- دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اتر اور مزہ محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں، اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا، یہی پسینے کا حکم ہے۔

- حقہ لیا یا نکتوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، مگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔
- منہ میں رنگین ڈورا رکھا، جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔
- قصداً منہ بھرتے آئی (اور قے میں کھانا آئے یا صفر یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، اگر قے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ (اور اگر بلا قصد خود بخود قے آجائے اگرچہ منہ بھر ہو، روزہ نہیں ٹوٹتا)
- مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک کہ پانی حقہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اتنا مبالغہ سخت بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

- بھول کر کھایا، پیایا یا جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

② مکھی یا دھواں یا گردِ حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر قصدِ اکھٹی لگی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی، اگر بتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

③ بھری سینکی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا، اگر چہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

④ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے یا اسے پی گیا یا کھنگار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹتا، تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہیے۔

⑤ دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر نیچے نہ اترایا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اگر نگل لیا، جاتا رہا) یوں ہی سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہو گئی، اسی وقت نوالہ نگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا، ورنہ ٹوٹ گیا۔

⑥ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی یا وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ مگر مزہ حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔

⑦ دوا کوئی یا آٹا چھانا اور اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

⑧ کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

⑨ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ غسل فرض ہو، مگر سارا دن نہ نہائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اگر چہ یہ سخت گناہ ہے اور فرض نماز چھوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے)

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

① سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری اور بڑھاپا، ہلاک ہونے کا ڈر، اکراہ شرعی، جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں، مگر بعد میں قضا ضروری ہے۔ سفر سے شرعی سفر (کم از کم تین دن کی راہ، جو ساڑھے ستاون (۵۰.۵۷) میل (۹۲ کلومیٹر) ہے) مراد ہے۔

② حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

③ مریض کو بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھیں۔ یاد رہے کہ گمان غالب کی تین صورتیں ہیں:

●..... اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو۔

●..... اپنا تجربہ ہو۔

●..... کسی ماہر اور مفتی طیب نے اسے خبر دی ہو۔

④ بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو۔

⑤ سانپ نے کاٹا یا ویسے ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیں۔

⑥ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روزہ بروز کمزور ہی ہوگا، تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے۔ اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آگئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔

⑦ کسی کے بدلے کوئی دوسرا روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ اپنے روزے، نماز وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ [عالم گیری وغیرہ]

روزے میں یہ کام مکروہ ہیں

① جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بے ہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا، ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں مگر روزے میں زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ اور بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

② روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے، نمک کم و بیش ہوگا، اس کی ناراضگی کا باعث ہو تو اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں۔ (یاد رہے کہ چکھنے سے مراد تھوڑا بہت کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزہ اچھا پچانا اور پھر تھوک دینا ہے۔ اگر خدا نخواستہ حلق میں کچھ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

③ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے۔

④ گلاب یا مشک (کستوری) وغیرہ سوگھنا، داڑھی، مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں، لیکن اگر زینت کے لیے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کے لیے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ، مگر روزے میں زیادہ مکروہ۔

⑤ روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے، ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے

① گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی، اس لیے کھایا، پیایا جماع کیا اور بعد کو یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے سورج ڈوب چکا ہے، افطار کر لیا، حالانکہ سورج ڈوبا نہیں تھا، روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ

ضروری نوٹ

سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ ہے کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو، نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے، جب کہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو۔

افطار کے وقت کی دعا

نبی کریم ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی سِرْفِکَ افْطَرْتُ ---

”اے اللہ! تیرے لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پہ کھولا۔“ ---

نماز تراویح

تراویح میں رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔ نماز تراویح کا چھوڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو رمضان میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ

معاف ہو جاتے ہیں۔“ ---

تراویح کے چند ضروری مسائل

مہینہ بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے، دومرتبہ فضیلت اور تین بار افضل ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”اگر تم چاہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تم میں سے بہتر لوگ تمہاری امامت کریں

کیوں کہ امام تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان ترجمان ہوتے ہیں۔“ ---

[دارقطنی وغیرہ]

لہذا امام ایسا ہونا چاہیے جس کا عقیدہ اور عمل بہتر ہو، یعنی صحیح العقیدہ اور عالم و حافظ وغیرہ، پابند شریعت اور پرہیزگار ہو۔

●..... روزہ اور تراویح لازم و ملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں۔ خدا نخواستہ کسی کا

روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو، یوں ہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔

●..... تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے، اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گناہ گار

اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گناہ گار نہیں۔

●..... بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصد کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

●..... کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روٹی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی کھائی جس سے لوگ کھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔

●..... صبح کو نیت نہیں تھی اور زوال سے پہلے کر لی، مگر پھر کچھ کھالیا تو صرف قضا کرے۔

●..... حلق میں بارش کی بوند یا اولہ چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نکل لیا تو صرف قضا ضروری ہے۔

روزہ قصد اتوڑنے کی صورت میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے

رمضان کا روزہ قصد اتوڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جو آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگا تار ساٹھ روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر دوں وقت کھانا کھلانا۔

روزے کے تین درجے

روزے کے تین درجے ہیں:

① ایک عام لوگوں کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔

② دوسرا خواص کا روزہ کہ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور اس کے علاوہ کان، زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔

③ تیسرا خاص الخاص کا روزہ کہ جمیع ماسوا اللہ سے اپنے آپ کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔

سحری و افطاری

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

●..... ”سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے، ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں

(ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے۔“ [بخاری و مسلم]

●..... ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔“ [مسند امام احمد]

●..... ”افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔“ [طبرانی اوسط]

●..... ”جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے

تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔“

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
●..... نابالغ کے پیچھے فرض اور وتر اور سنت مؤکدہ جائز نہیں (لہذا نابالغ کی اقتدا میں تراویح درست نہیں)۔

●..... بعض لوگ اتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں کہ صرف ”یعلمون تعلمون“ کا پتہ لگتا ہے، اتنی تیزی جائز نہیں۔

حضرات صحابہ کرام و خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں تراویح میں رکعت پڑھی گئیں، چاروں اماموں میں سے کسی کا مذہب بیس رکعت سے کم نہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شروع سے لے کر آج تک بیس رکعت تراویح پر عمل ہے۔ حضرت داتا گنج بخش، سیدنا غوث اعظم، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سلطان اورنگ زیب عالم گیر، اولیائے امت، محدثین کرام اور سلاطین اسلام (رحمہم اللہ تعالیٰ) بیس رکعت تراویح پر عامل تھے۔

اعتکاف

اعتکاف کے شرعی معنی ہیں مسجد میں ذکر الہی کی نیت سے ٹھہرنا، ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔ بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے لے کر عید کا چاند ہو جانے تک مسجد میں اعتکاف کرنا مسلمانوں پر سنت مؤکدہ (کفایہ) ہے۔

تمام شہر کے مسلمانوں میں سے کسی ایک نے اعتکاف کر لیا تو سب محلے یا شہر والے بری، ورنہ سب گنہگار۔ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا:

”جس نے رمضان شریف میں دس دنوں کا اعتکاف کیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور

دو عمرے کیے۔“۔۔۔ [بیہقی شریف]

اعتکاف کے چند ضروری مسائل

●..... معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے اور پھر

عید کا چاند ہو جائے تو نکلنا چاہیے۔

●..... مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے

جو اس نے نماز کے لیے مقرر کی ہے۔

●..... معتکف کے لیے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں، یوں ہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے

نہ نکلے۔ مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۲۸ ء رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
●..... طبعی، جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا و طہارت، غسل فرض اور وضو (جب کہ غسل وضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو)

●..... شرعی، جیسے نماز جمعہ کے لیے جانا، نماز جمعہ کے لیے جائے تو اس وقت جب چار سنتیں پڑھ کر خطبے میں شامل ہو سکے۔

اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہیے جہاں کم از کم پنج وقتہ نماز کی جماعت ضرور ہوتی ہو، ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کے لیے جاسکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز ہے مگر اس کو آلودہ نہ کرے۔

شب قدر

رمضان شریف کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں) میں ایک رات ایسی با عظمت ہے جو قرآن مجید کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے۔ اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا، جب بھی یہ رات آتی ہے، حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور نبیؐ کی ایک روایت کے مطابق ہر قیام و قعود کرنے والے عابد کو دعائیں دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

”جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ

معاف ہو جاتے ہیں۔“۔۔۔ [بخاری شریف]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کو کیا پڑھوں؟ فرمایا، یہ عرض کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تَجِبُ الْعَفْوُ فَاعْفُ عَنِّيْ۔۔۔

”اے الہی! تو معاف فرمانے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی

معاف فرمادے۔“۔۔۔

اکثر صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مذکورہ پانچوں راتیں جاگ کر عبادت میں گزاریں۔ ہمیں چاہیے کہ اس رات کی قدر کریں اور ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الہی، تلاوت و نوافل اور توبہ و استغفار میں مجبور ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، جو شخص شب قدر میں عشاء کی نماز کے بعد سات مرتبہ سورۃ قدر پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے جنت کی دعا کریں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
بعض بزرگان دین نے فرمایا، جو شخص شب قدر میں چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں
سورۃ فاتحہ کے بعد اَلْھٰکُم التَّکَاثُرُ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ
موت کی سختی آسان فرمادے گا اور اس سے عذاب قبر دور کر دیا جائے گا۔

نوافل کفارۃ قضا عمری

جمعۃ الوداع کے دن نوافل قضا عمری پڑھے جاتے ہیں، کچھ لوگ اسے حرام و بدعت کہتے ہیں
اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو فرض نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں، حالانکہ
یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی نمازیں معاف ہو سکتی ہیں۔
اصل بات یہ ہے کہ جس کی فرض نمازیں قضا ہو گئی ہوں، اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہو کر
توبہ کرے اور قضا شدہ نمازیں ادا کر لے اور پھر قضا عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے
قضا عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان میں تاخیر واقع ہونے کا جو گناہ ہوا تھا،
وہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔

نوافل کفارۃ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمعۃ الوداع کے دن ظہر اور عصر کے درمیان
بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور
سورۃ الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا۔

[تفسیر روح البیان، جلد ۳، صفحہ ۴۲]

بعض بزرگوں نے نوافل کفارۃ قضا عمری ادا کرنے کا طریقہ یوں لکھا ہے:
”چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ
سورۃ الکھڑ پڑھے، سلام کے بعد ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار پڑھ کر
دعا مانگی جائے۔“

صدقۃ فطر

نبی محتشم ﷺ نے فرمایا:

”بندے کا روزہ آسمان وزمین کے درمیان رکا رہتا ہے، جب تک صدقۃ فطر
ادانہ کرے۔“ [دیلی]

مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقۃ فطر واجب ہے۔ سنت یہ ہے کہ
نماز عید سے پہلے ادا کرے، اگر نہ کر سکا تو بعد میں ادا کرے۔ صاحب نصاب وہ شخص ہے جو
ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کا مالک ہو۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۰ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
..... عید کے دن صبح صادق کے شروع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے، اس سے پہلے جو فوت ہوا
اور اس کے بعد جو پیدا ہوا، دونوں پر نہیں۔

..... باپ نہ ہو تو دادا اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔
..... تحقیق اور احتیاط کے لحاظ سے گندم سے صدقہ فطر قریباً سو ادوسیر (یعنی دو کلو پینتالیس گرام)
فی کس بنتا ہے۔ (اور جو، کھجور یا کشمش کی مقدار ایک صاع یعنی چار کلو نوے گرام فی کس ادا کرے)

عید الفطر

عید کا دن نہایت متبرک اور فرحت آمیز ہے، اس روز غسل و مسواک کا اہتمام کریں،
عمدہ قسم کی خوشبو لگائیں، نفیس کپڑے پہنیں، عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جانا افضل ہے اور
دوسرے راستہ سے آئیں، آتے جاتے آہستہ آہستہ یہ دعا پڑھتے جائیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ---

عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے، اس روز بکثرت صدقہ دینا،
عزیزوں دوستوں سے مل کر انھیں مبارک باد دینا اور مصافحہ کرنا چاہیے۔

عید کے بعد کے روزے

حدیث شریف میں ہے:

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے

(نفلی) روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا، جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے

پیدا ہوا۔“ --- [مجم الاوسط]

نماز عید ادا کرنے کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت واجب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ (ثنا) پڑھیں،
پھر ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قراءت کرے گا،
قراءت کے بعد حسب معمول رکوع و سجود کریں، پھر دوسری رکعت میں امام قراءت کرے گا،
قراءت کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر تکبیریں کہیں، چوتھی تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہہ کر رکوع میں
چلے جائیں، باقی نماز حسب معمول مکمل کریں۔ نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ



اسرار الاحکام پہلی قسط

روزہ کی حکمتیں

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ

جاننا چاہیے کہ ہمارے مادی جسم کو نور نظر کی ضرورت ہے، اندھا انسان گویا مجبور محض ہے۔ پھر نور نظر نور ہونے کے باوجود ایک دوسرے نور۔۔ خارجی روشنی۔۔ کا حاجت مند ہے کہ ہماری آنکھ اندھیرے میں کام نہیں کر سکتی۔ غرضیکہ اندرونی اور بیرونی دونوں کر ہماری حاجت پوری کرتے ہیں اور اس دنیا کی چیزیں دکھاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری روح و قلب کو نور عقل کی ضرورت ہے۔ دیوانہ و پاگل آدمی اپنی کسی قوت سے صحیح کام نہیں لے سکتا۔ پھر نور عقل اگر چہ نور ہے لیکن اس کے لیے نور نبوت از بس ضروری ہے۔ بے نور نبوت انسانی عقل باعث کفر و طغیانی ہے۔ انسان عقل سے مشین، انجن، بجلی بنا سکتا ہے۔ ہوا، پانی پر راج اور قبضہ کر سکتا ہے مگر ایمان و عرفان تیار نہیں کر سکتا۔ یوں سمجھو کہ عقل سے آسمان و زمین کی پیمائش ہو سکتی ہے مگر اپنی پیمائش نہیں ہو سکتی۔ عقل سے اس مادی دنیا کی چیزیں پہچان سکتے ہیں مگر اپنے کو نہیں پہچان سکتے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّاهُ اگر ایمان کے لیے محض عقل انسانی کافی ہوتی تو عقلاء یونان میں کوئی بے دین نہ ہوتا۔ مولا نافر ماتے ہیں:

چند خوانی حکمت یونانیاں!

حکمت ایمانیاں را ہم بخوان

حقیقت یہ کہ ہر شخص اپنے وطن کے گلی کوچوں سے خوب واقف ہوتا ہے، اجنبی جگہ کے لیے ایسے رہبر کا محتاج ہوتا ہے جو یا تو وہاں کا باشندہ ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو۔ ہماری عقل اس سفلی دنیا کی چیز ہے، اسے اسی عالم کی خبر ہے، یہاں کی چیزوں کو جانتی پہچانتی ہے، اسے عالم بالا اور دوسری دنیا سے



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
کیا تعلق؟ وہاں سے وہی باخبر ہوگا جو اس عالم میں رہ کر آیا ہو یا وہاں آتا جاتا رہتا ہو۔ اللہ کے جو بندے
ان دونوں جہانوں سے تعلق رکھتے ہیں، انہی کا نام اسلام میں انبیاء، اولیاء ہے۔

(علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)

لہذا ضروری ہے کہ عاقل اس دنیا کی باتوں میں اپنی عقل پر اعتماد نہ کرے بلکہ بارگاہ انبیاء و
اولیاء میں اپنی ناقص و ناکارہ عقل بالائے طاق رکھ کر طفل کتب بن کر حاضر ہوتا کہ وہاں کا فیض پاسکے۔
وہی ڈول کنوئیں سے پانی لاتا ہے جو خالی ہو کر جاتا ہے۔

”عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ“

یہ طریقہ نہایت ہی بہتر تھا۔ اس پر صحابہ کرام اور بزرگان دین عامل رہے، جس سے انہوں نے
بارگاہ مصطفوی سے جو فیض و برکات حاصل کیے وہ دنیا کو معلوم ہے لیکن جو موجودہ زمانہ کے مسلمان
اپنی عقل و دانش پر ایسے نازاں ہوئے کہ ہر دینی حکم میں عقل کو دخل دینے لگے کہ جو عقل میں آجائے
وہ ٹھیک ورنہ اس میں تامل ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اگر کسی دینی حکم کی حکمت عقل سے سمجھ میں آجاتی تو
خدا کا شکر کرتے، اگر سمجھ میں نہ آتی تو بلا چون و چرا قبول کرتے، مگر ایسا نہ کیا، اس لیے مجھے
خیال پیدا ہوا کہ بقدر وسعت احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں بیان کروں، تاکہ مخلصین کو سرور ہو اور
مخالف قبول کرنے پر مجبور ہو۔

اللہ تعالیٰ حق بولے، حق ماننے کی توفیق دے اور میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرما کر اسے
صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنائے۔ اس رسالہ کا نام اسرار الاحکام بانواہم
القرآن رکھتا ہوں۔ (و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب)

احمد یار خاں

۲۱ مارچ ۱۹۴۹ء

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی اس تحریر میں سے رمضان المبارک کی مناسبت سے
اس بار روزہ کے اسرار و حکم شائع کیے جا رہے ہیں، آئندہ کلمہ طیبہ اور دیگر ارکان اسلام کے
حوالے سے بالترتیب مضامین قسط وار آتے رہیں گے [ادارہ] ان شاء اللہ تعالیٰ

روزہ کے اسرار

سوال روزے میں کیا حکمت ہے، اسلام میں یہ کیوں رکھا گیا کہ ہم اپنی چیز ایک وقت
خود نہ کھاپی سکیں۔

جواب پیٹ بھرنے سے نفس قوی ہوتا ہے اور خالی رہنے سے روح میں قوت آتی ہے۔

روح اور نفس گویا دونوں ہمارے بازو ہیں، یہ انسانی زندگی کے دو پہیے ہیں، لہذا کچھ دن

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۳۲ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
نفس کو غذا دو اور کچھ دن روح کو۔ نیز روزہ پیٹ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ اگر کوئی ہر ماہ میں
تین دن روزے رکھ لیا کرے تو وہ ہشמי امراض سے محفوظ رہے گا۔ نیز روزے سے فقر اور
فاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے اور فقراء کی امداد کو دل چاہتا ہے۔ روزے میں اپنی بندگی اور
رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں۔ گھر میں سب کچھ ہے
مگر رب نے روک دیا تو کچھ استعمال نہیں کر سکتے۔ روزے سے بھوک برداشت کرنے کی
عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی فاقہ درپیش آجائے تو روزہ دار صبر کر سکے گا۔ روح جسم میں آکر
غذا کی حاجت مند ہوئی، لہذا گناہ بھی کرنے لگی، اب کچھ وقت اسے بھوکا رکھو تاکہ اسے
اپنی پہلی حالت یاد رہے اور گناہ سے باز رہے۔

سوال روزے میں کیا خصوصیات ہیں، جو دیگر عبادات میں نہیں۔

جواب روزے میں چند خصوصیات ہیں، اولاً یہ کہ تمام عبادات میں کچھ کرنا ہے اور روزے میں
کچھ چھوڑنا، یعنی کھانا پینا، جماع چھوڑنا اور رب کے لیے خواہشات چھوڑنا بڑی عبادت ہے۔
دوسرے یہ کہ تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے اور روزے میں عشق کا، کیوں کہ اس میں
عشاق کے تمام نشان موجود ہیں:

عاشقان را شش نشان ست اے پسر آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

تیسرے یہ کہ دیگر عبادات خاص حالات میں رہتی ہیں مگر روزہ ہر حالت میں مومن کے ساتھ ہے۔
کیوں کہ جاگتے، سوتے، کھیلتے، کودتے، کاروبار کرتے، ہر حال میں روزہ منہ میں ہے۔ چوتھے یہ کہ
روزہ شکم سیری کی زکوٰۃ ہے۔ پانچویں یہ کہ عبادات شکر ہیں اور روزہ صبر اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

سوال حدیث قدسی میں ہے (الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہِ) ”روزہ میرا ہے، میں اس کی
جزا دوں گا“ اس کا کیا مطلب ہے؟ ساری عبادات رب کی ہیں اور وہی جزا دینے والا ہے،
پھر روزے کو خاص کر کیوں کہا گیا۔

جواب دو وجہ سے، ایک یہ کہ دیگر عبادات میں ریا ہو سکتی ہے کیوں کہ وہ ظاہر ہیں مگر روزے میں
ریا کا احتمال نہیں، کیوں کہ یہ خفیہ چیز ہے۔ اگر کوئی گھر میں کچھ کھالے اور لوگوں میں
روزہ ظاہر کرے تو کوئی کیا جانے۔ لہذا روزہ دار یقیناً رب کے لیے ہی روزہ رکھ سکتا ہے
دوسرے یہ کہ قیامت میں ظالم کی دیگر عبادات مظلوم چھین لیں گے مگر روزہ کسی کو نہ دیا جائے گا۔
حکم ہوگا کہ یہ تو میری چیز ہے کسی کو نہ ملے گی۔

سوال پھر اس کا مطلب ہے کہ میں اس کی جزا دوں گا؟

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
جواب اس حدیث کی دو قراءتیں ہیں۔ اُجڑی بہ، یعنی میں روزہ کی جزا ہوں۔ تمام عبادات کی جزا جنت اور روزے کی جزا خود خالق جنت ہے۔ دوسری ”اَنَا اُجڑی بہ“ یعنی میں روزے کا خود بدلہ دوں گا۔ دیگر عبادات کے ثواب مقرر ہیں مگر روزے کی جزا کچھ مقرر نہیں فرمائی، رب دینے والا، بندہ لینے والا۔ جس قدر چاہے گا دے گا، کیوں کہ روزہ دار عاشق ہے اور عشق کا ثواب لقا ہے۔ لقا ہے محبوب کے ساتھ تمام نعمتیں غیر محدود ہیں۔

سوال ماہ رمضان میں کیا خصوصیات ہیں، جو دیگر مہینوں میں نہیں؟

جواب چند خصوصیات یہ ہیں، قرآن شریف میں صرف رمضان ہی کا نام آیا، کسی اور مہینا کا نام نہیں آیا۔ جیسے جماعت صحابہ میں صرف حضرت زید کا نام آیا۔ رمضان، رحمن، قرآن، غفران اور شیطان قریباً ہم وزن ہیں۔ یعنی رحمن نے رمضان میں قرآن بھیجا تا کہ مومنوں کو غفران ملے اور شیطان کو قید۔ دیگر مہینوں میں خاص دن یا خاص ساعتیں عبادت کی ہیں، بقرعید میں چار دن نویں سے بارہویں تک، محرم میں دسویں، شوال میں پہلی، شعبان میں چودھویں، رجب میں ستائیسویں تاریخیں مگر رمضان میں ہر ساعت عبادت کی ہے کہ صبح سے شام تک روزہ، پھر افطار، تراویح، سحری، تلاوت قرآن، غرضیکہ عجیب مبارک ہے ماہ رمضان۔ گلشن اسلام کے لیے موسم بہار ہے کہ اس کے آتے ہی مساجد، قرآن، ذکر، تلاوت وغیرہ سے سب ہی میں رونق آ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس مہینا میں جنت بھی آراستہ ہوتی ہے۔ دیگر مہینوں میں ایک یا دو خصوصی عبادات کی جاتی ہیں مگر رمضان میں بے شمار۔۔۔ روزے، افطار، سحری، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادات اور ادائے زکوٰۃ۔ عام مسلمانوں کو دوسرے مہینوں کی تاریخیں معلوم نہیں ہوتیں مگر رمضان کا دن گن گن کر گزارا جاتا ہے۔

سوال روزوں کے لیے ماہ رمضان کیوں منتخب ہوا؟

جواب اس لیے کہ ماہ رمضان میں قرآن شریف لوح محفوظ سے منتقل ہو کر پہلے آسمان پر آیا، پھر وہاں سے ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ حضور ﷺ پر نازل ہوا۔ قرآن رب کی بڑی نعمت ہے۔ نعمت ملنے پر بطور شکر یہ روزے رکھوائے گئے۔ نیز رمضان میں ہر نیکی کا ثواب ۷۰ درجہ ملتا ہے، اس لیے اس مہینا میں روزہ، اعتکاف وغیرہ رکھے گئے تاکہ ثواب زیادہ ہو۔

سوال رمضان میں تراویح ہیں رکعت کیوں پڑھتے ہیں اور تراویح میں قرآن کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب اس لیے کہ ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو پورا قرآن شریف سنایا کرتے تھے اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے۔ انسان ہر دن رات میں ۲۰ رکعتیں فرض واجب پڑھتا ہے، ۷۰ فرض، ۳ وتر، رمضان میں ان ۲۰ کی تکمیل کے لیے ۲۰ رکعتیں اور پڑھوائی گئیں تاکہ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۶ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
اس مبارک مہینا میں اگر وہ رکعتیں ناقص رہی ہوں تو ان سے کامل ہو جائیں۔ اس ماہ میں عبادت کامل تر چاہیے۔

سوال جب ماہ رمضان ایسا مبارک مہینا ہے تو اس کے جانے پر عید کیوں منائی جاتی ہے، مبارک چیز جانے پر غم منانا چاہیے نہ کہ خوشی۔

جواب یہ خوشی دو وجہ سے ہے، ایک تو ماہ مبارک میں عبادت کی توفیق ملنے کا شکر یہ، خدا یا! تیرا شکر ہے کہ تو نے خیر سے روزے، تراویح، اعتکاف وغیرہ ادا کرا دیے۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو رمضان کے جانے کا بہت صدمہ ہوتا ہے، حجۃ الوداع کو لوگ زار زار روتے ہیں۔ اس غم کو ہلکا کرنے کے لیے یہ خوشی رکھ دی تاکہ رنج کا احساس کم ہو۔

سوال روزہ دن میں کیوں رکھا جاتا ہے، رات کو چاہیے تھا؟

جواب اس لیے کہ بدنی عبادت میں محنت اور نفس کی مخالفت چاہیے، اسی پر اجر ملتا ہے۔ رات میں انسان ویسے بھی نہیں کھاتا پیتا، اس وقت کھانا چھوڑنا محنت نہیں۔ نیز رات سوتے میں گزرتی ہے، عبادت کا احساس نہ ہوتا۔

سوال اگر روزے میں تکلیف ضروری ہے تو چاہیے کہ ہندو مہاتما جو گیوں کی طرح دس پندرہ دن کا رکھا جاوے کہ اتنے روز تک افطار نہ ہوا کرے، روز شام افطار کر لیا، رات بھر کھایا پیا، دن کو روزہ رکھ لیا۔

جواب جو گیوں کا برت عام انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اور جو سادھو وغیرہ ایسا کرتے ہیں، وہ دین و دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتا، جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ یہ عبادت سارے مسلمان کریں اور روزے میں دوسری عبادات اور دیگر کاروبار بند نہ ہوں اور یہ عبادت بھی ادا ہو جائے۔ یہ مقصود اس طریقہ کے سوا اور طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلام عملی مذہب ہے، دیگر مذاہب کے احکام طاق میں رکھنے کے لیے ہیں۔

سوال روزے میں بھول چوک معاف ہے، بھول سے کھاپی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر نماز میں معاف نہیں۔ اگر کوئی بھول کر نماز کی حالت میں بول پڑے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، فرق کیا ہے؟

جواب روزے میں بھول چوک زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ اس میں کوئی یاد دلانے والی چیز موجود نہیں اس لیے یہاں معافی ہے مگر نماز کی ہر حالت قیام، رکوع وغیرہ نماز کو بتا رہی ہے۔ اس لیے اس میں بھول کم واقع ہوگی، اس لیے اس میں یہ رعایت نہ کی گئی۔



تلاوت قرآن حکیم سے متعلق بعض اہم مسائل

مفتی محمد سعید خاں

- ❖ ہر عاقل، بالغ، مسلمان، مرد اور عورت کے لیے قرآن کریم کا اتنا حصہ زبانی یاد کرنا، جس سے نماز ہو جائے، فرض عین ہے۔
- ❖ ہر عاقل، بالغ، مسلمان، مرد اور عورت کے لیے سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ قرآن کریم کا اتنا حصہ (یعنی قرآن کریم کی کوئی سی ایک بڑی آیت یا اس کی کوئی سی تین چھوٹی آیات یا کوئی ایک چھوٹی سورت جیسے سورہ عصر یا سورہ کوثر یا سورہ اخلاص وغیرہ کو) زبانی یاد کرنا، واجب ہے، جس کو سورہ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے اُس کی نماز ہو جائے۔
- ❖ قرآن کریم کو چھونے کے لیے با وضو ہونا ضروری ہے۔
- ❖ تلاوت کی کیسٹوں اور سی ڈیز (C.Ds) کو بے وضو چھونا بھی جائز ہے۔
- ❖ تلاوت سے پہلے مسواک، دنداسے، منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے منہ کو صاف کر لینا مستحب ہے۔
- ❖ اگر کوئی شخص زبانی، بغیر وضو کے تلاوت کرنا چاہے تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن کریم کو چھوئے نہیں۔

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبيان القرآن (۱۲ جلد)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم

--- کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار ---

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

- مروج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ۔۔۔
- محققین کی شرح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح۔۔۔
- اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق۔۔۔
- ائمہ اربعہ کی اہم کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح۔۔۔
- اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔۔۔
- مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر۔۔۔
- ”شرح صحیح مسلم“ میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے۔۔۔
- صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ”شرح صحیح مسلم“ میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے۔۔۔
- صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے۔۔۔
- صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے۔۔۔
- کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے۔۔۔

Ph: +92-42-7312173, 7123435
Fax: +92-42-7224899
E-mail: info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com



پیش کش:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ

21

زبانی تلاوت کرتے ہوئے بھی با وضو ہونا مستحب ہے۔

قرآن کریم زبانی پڑھنے سے، دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، کیوں کہ اس میں زبان اور نظر

دونوں کی عبادت کا ثواب ہے۔

تلاوت کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

قرآن کریم کے ادب و احترام میں کپڑوں کا پاک ہونا اور خوشبو کا استعمال کرنا زیادہ ثواب

کی بات ہے۔

تلاوت کرتے ہوئے کسی سمت کی پابندی ضروری نہیں، البتہ قبلہ رخ ہونا زیادہ ادب اور

ثواب کا باعث ہے۔

تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ، یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ---

”میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ شیطان مردود کے شر سے میں

حفاظت میں رہوں“ ---

کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ کے بعد تسمیہ، یعنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ---

”اللہ تعالیٰ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو کہ بہت مہربان اور بار بار

رحم کرنے والا ہے“ ---

کا پڑھنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔

دوران تلاوت جب ایک سورت مکمل ہو جائے تو دوسری سورت شروع کرنے سے پہلے تعوذ

(اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) کو نہ پڑھا جائے، لیکن تسمیہ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

کو پڑھنا چاہیے، مثلاً کوئی شخص جب سورۃ فاتحہ پڑھ لے اور پھر اس کے بعد سورۃ بقرہ کو پڑھنا چاہے

تو ”الصَّالِّیْنَ“ کے بعد تعوذ پڑھے بغیر صرف تسمیہ پڑھے اور ”اَلَمْ“ سے سورۃ بقرہ کی

تلاوت شروع کر دے۔

اگر کوئی شخص سورۃ انفال سے بھی پہلے سے تلاوت کر رہا ہو یا پھر پارہ نمبر ۹ سے سورۃ انفال

کی تلاوت شروع کرے اور اس سورت کے پورا ہونے کے بعد، دوران تلاوت، سورۃ توبہ آجائے

تو پھر سورۃ توبہ کے آغاز پر رک کر تسمیہ بھی نہ پڑھی جائے بلکہ سورۃ انفال کو مکمل کر کے

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۴۰ ء رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

سورۃ توبہ کو پڑھنا شروع کر دے۔

اگر کوئی شخص تلاوت کا آغاز ہی سورۃ توبہ سے کر رہا ہے تو پھر اُسے تلاوت سے پہلے

تعوذ اور تسمیہ دونوں پڑھنی چاہئیں۔

قرآن کریم کے بعض نسخے ایسے دیکھے گئے ہیں جن میں سورۃ توبہ کے حاشیے پر یہ جملہ

لکھا ہوتا ہے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّاسِ وَ مِنَ شَرِّ الْكُفَّاسِ وَ مِنَ غَضَبِ الْجَبَّارِ الْعِزَّةِ لِلّٰهِ وَ

لِرَسُوْلِهِ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ---

اور اس جملے کی تحریر سے مراد یہ ہوتی ہے کہ سورۃ توبہ کے پڑھنے سے پہلے اس جملے کو پڑھا جائے،

اس جملے کی کوئی اصل کتاب وسنت یا ائمہ مجتہدین کے ہاں نہیں ملتی، اس لیے یہ جملہ نہ تو سورۃ توبہ

کے آغاز میں چھاپنا چاہیے، نہ ہی یہ جملہ سورۃ توبہ کے حاشیے پر لکھنا چاہیے اور نہ ہی سورۃ توبہ کی

تلاوت سے پہلے اس جملے کو پڑھنا چاہیے۔ قرآن کریم کے حاشیے میں یہ جملہ بڑھانا گویا کاپی طرف سے

ایک اضافہ کرنا ہے جو کہ بڑے گناہ کی بات ہے۔

اگر کوئی شخص تلاوت کرتے ہوئے قرآن کریم کا تلفظ زبان سے نہ کرے، ہونٹ بند کر کے،

صرف دل ہی دل میں، نظر سے، پڑھتا رہے تو یہ تلاوت نہ ہوگی۔ تلاوت کے لیے زبان اور

ہونٹوں سے تلفظ کرنا تاکہ زبان اور ہونٹوں میں حرکت پیدا ہو، یہ فرض ہے۔

تلاوت اونچی آواز سے کرنا مستحب اور بہتر ہے مگر کسی شخص کو ریا کاری کا خدشہ ہو یا

تلاوت کی آواز بلند ہونے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو، مثلاً کسی کی نیند خراب ہوتی ہو یا

کسی مریض کو تکلیف پہنچتی ہو یا اس بلند آواز کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہوں تو پھر

تلاوت اونچی آواز سے کرنا حرام اور آواز کو آہستہ رکھنا فرض ہے۔ ان تمام صورتوں میں

بلند آواز سے تلاوت کرنے والا گنہگار ہوگا۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

تمہاری تلاوت تو اپنے رب سے سرگوشیاں کرنا ہے، سو تم قراءت میں نہ تو ایک دوسرے کو

تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی کوئی شخص، دوسرے شخص کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آج کل مختلف مقامات مثلاً دکانوں، مکانوں یا مساجد وغیرہ میں

تلاوت قرآن کی کیسٹس جو اونچی آواز میں لگا دی جاتی ہیں، تو یہ کام درست نہیں۔ اس فعل سے بچنا

نہایت ضروری ہے اور انہیں خدشات کے پیش نظر بعض فقہائے کرام رحمہم نے تلاوت آہستہ آواز میں

کرنے کو بہتر اور افضل لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 ﴿جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں، وہاں اونچی آواز سے تلاوت کرنا حرام ہے۔﴾
 تلاوت کرنے والا شخص گناہ گار ہوگا، جو لوگ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس وقت تلاوت نہیں سن سکتے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

﴿دوران تلاوت جن آیات میں جہنم کا ذکر آئے تو وہاں رک کر اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا، جب جنت کا ذکر آئے تو وہاں رک کر اس میں داخلے کے لیے دعا مانگنا، جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی آیات آئیں تو وہاں رک کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا یا جن آیات کے بعد ان کے جوابات مختلف احادیث و روایات میں آئے ہیں، انہیں پڑھنا مستحب ہے۔ مثلاً:﴾

① حضرت رسالت مآب ﷺ دوران تلاوت (نفل نماز میں) جب ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں جہنم کا ذکر ہے تو یہ دعا مانگتے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، وَ يَلْزَمُ النَّارِ
 ”میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم سے اور اہل جہنم کے لیے بربادی ہے۔“

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

② جب تم میں سے کوئی (پارہ: ۲۹، سورۃ القیامۃ: ۷۵، کی آخری آیت: ۴۰)

اَلْیَسَّ ذٰلِكَ بِقَدْرٍ عَلٰی اَنْ یُّحِیَی الْمَوْتٰی
 ”کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے؟“

پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد بکلی ”کیوں نہیں (یقیناً، وہ قدرت رکھتا ہے)“ پڑھے۔
 چنانچہ ایک روایت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آتا ہے کہ وہ جب بھی یہ آیت کریمہ
 اَلْیَسَّ ذٰلِكَ بِقَدْرٍ عَلٰی اَنْ یُّحِیَی الْمَوْتٰی

پڑھتے تھے تو اس کے بعد کہتے تھے کہ ”سُبْحَانَكَ اے اللہ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، سو کیوں نہیں (یقیناً آپ قدرت رکھتے ہیں) لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ یہ جملہ کیوں کہتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت رسالت مآب ﷺ سے اس آیت کی تلاوت کے بعد یہی جملہ سنا ہے۔

③ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی (پارہ: ۲۹، سورۃ المرسلات: ۷۷، کی آخری آیت: ۵۰)

فَبَايَ حَدِيْثٍ بَعْدَ یُّوْمِنُوْنَ

”سو اس کے بعد کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟“

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۴۲ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 پڑھے، تو اسے چاہیے کہ کہے آمَنَّا بِاللّٰهِ ”ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔“

④ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ جب

سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی --- [پارہ: ۳۰، سورہ: ۸۷، آیت: ۱]

”اپنے پروردگار کی تسبیح بیان کرو، جس کی شان سب سے بلند ہے۔“

پڑھتے، تو اس کے بعد بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے:

سُبْحَانَ رَبِّیَّ الْاَعْلٰی --- ”میرا پروردگار ہر عیب سے پاک، بلند شان والا ہے۔“

⑤ حضرت رسالت مآب ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی (پارہ: ۳۰، سورۃ التین: ۹۵، آیت: ۸، یعنی سورہ تین کی آخری آیت)

اَلْیَسَّ اللّٰهُ بِالْحٰکِمِ الْحٰکِمِیْنَ ---

”کیا اللہ تعالیٰ تمام حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟“

پڑھے، تو اسے چاہیے کہ اس کے بعد کہے:

بَلٰی، وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ ---

”کیوں نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام حکمرانوں سے

بڑھ کر حکمران ہے۔“

سوان تمام مقامات پر نفلی نماز میں یا نفلی نماز کے علاوہ بھی، دوران تلاوت اس مقام پر رک کر، ان جوابات کو پڑھنا (جو کہ مندرجہ بالا روایات میں آئے ہیں) مستحب ہے۔

﴿جب قرآن کریم کی تلاوت مکمل ہو جائے اور پڑھنے والا سورہ ناس کی تلاوت کر لے تو پھر اس آخری سورہ کے بعد قرآن کریم دوبارہ شروع کر کے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات و اَوَّلِیَّکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک تلاوت کر لینا مستحب ہے۔

﴿موسم گرما میں صبح اشراق کے بعد قرآن کریم کو مکمل کرنا اور موسم سرما میں مغرب کے بعد قرآن کریم کا مکمل کرنا افضل ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات کے ابتدائی حصے میں قرآن ختم کرے تو فرشتے اس رات کی صبح تک اور اگر وہ دن کے ابتدائی حصے میں قرآن ختم کرے تو فرشتے اس دن کی شام تک، اس بندے کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

چونکہ گرمیوں میں دن طویل اور سردیوں میں راتیں طویل ہوتی ہیں اس لیے ختم قرآن کے واسطے یہ اوقات مستحب ہیں تاکہ فرشتوں کی دعا میں قرآن کریم پڑھنے والے کو زیادہ سے زیادہ حصہ ملے۔

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif ﴿ 43 ﴾ August 2011

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
جتنی بھی تلاوت کرنی ہو اُسے شروع کرنے کے بعد مکمل کرنے تک کے دوران، کسی اور کام میں مشغول نہ ہونا بہتر ہے۔

سال میں دو مرتبہ پورے قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کرنا کہ دونوں مرتبہ پورا ہو جائے، یہ سنت مؤکدہ ہے۔

قرآن کریم کو پڑھ کر اس طرح بھلا دینا کہ پھر دیکھ کر بھی تلاوت نہ کر سکے یہ گناہ کبیرہ ہے۔
حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کو پڑھ کر بھلا دے وہ قیامت میں اللہ کے سامنے اس حال میں پیش ہوگا کہ اُسے کوڑھ کا مرض ہو گیا ہوگا۔ (و العیاذ باللہ)

سال بھر میں وہ راتیں جن میں جاگ کر عبادت کرنا مستحب ہے، جیسے شب براءت، لیلة القدر یا ماہ ذی الحج کی ابتدائی دس راتیں، ان میں نوافل پڑھنے سے، قرآن کریم کی تلاوت کرنا زیادہ ثواب کی بات ہے اور سب سے زیادہ اچھی اور قابل ثواب بات یہ ہے کہ نوافل ہی میں لمبی تلاوت کی جائے۔

قرآن کریم کی کسی آیت کو موسیقی کے ساتھ گانا، یہ کفر کی حرکت ہے۔
کسی کافر کو اس اُمید پر قرآن حکیم پڑھانا یا اُسے خفے میں دینا کہ وہ اسلام قبول کر لے گا یا اُسے ہدایت کی توفیق مل جائے گی، درست ہے، لیکن اگر کسی کافر نے قرآن کریم کو مٹھوٹا ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ غسل کرے۔

عورتوں کا کسی نابینا غیر محرم مرد سے قرآن کریم پڑھنے سے بہتر ہے کہ وہ کسی عورت سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرے۔

موجودہ زمانے میں تعلیم قرآن کریم پر معلم کا اجرت لینا تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔
مندرجہ بالا تمام مسائل کے حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو:

- ۱۔ رد المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، فروع فی القراءة خارج الصلوٰۃ
- ۲۔ الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب صلوٰۃ الفرائض، فصل فی القراءة، الفصل السادس عشر
- ۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع فی الصلوٰۃ و التسبیح و قراءة القرآن
- ۴۔ حلبی کبیر، تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوٰۃ و ما لا یکرہ
- ۵۔ اعلیٰ السنن، ابواب القراءة، باب ما جاء فی بعض آداب التلاوة

و الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۴۴ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

رمضان المبارک میں

وصال فرمانے والی امہات المومنین

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام خولید بن اسد تھا۔ سال فیل سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں، پہلے ابوہالہ اور اس کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے عقد میں آئیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہایت امیر کبیر خاتون تھیں اور تجارت کرتی تھیں۔ باپ اور شوہر کی وفات کے بعد اپنے مختلف اعزہ کے ہاتھ مختلف علاقوں میں سامان تجارت بھیجا کرتی تھیں۔ ان دنوں مکہ میں حضور ﷺ کی صداقت اور امانت کا بہت چرچا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو تجارتی سامان لے جانے کی پیش کش کی۔ حضور ﷺ نے اس پیش کش کو قبول فرمایا اور پہلے سے کہیں زیادہ نفع پیش کیا، حضور ﷺ کی شرافت اور دیانت سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور اپنے چچا کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا جس کو حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ ابوطالب نے نکاح پڑھایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
نکاح کے وقت حضور ﷺ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا بلکہ حضور ﷺ کی تبلیغ اسلام میں کافی مدد کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابو ہالہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے، جن کا نام ہالہ اور ہند تھا۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا نام ہندہ تھا۔

حضور ﷺ سے ان کے چھ بچے ہوئے، سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے، انہیں کی وجہ سے حضور ﷺ کی کنیت ابو القاسم تھی، ان کا صغریٰ میں مکہ مکرمہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت زینب، پھر حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ چوں کہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے، اس لیے ان کا لقب طیب و طاہر تھا۔ ان کے بعد علی الترتیب حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا پیدا ہوئیں۔ (بی اللہ)

شیعہ حضرات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا حضور ﷺ کی باقی صاحب زادیوں کا انکار کرتے ہیں، اس لیے مستند اور معتبر کتب شیعہ سے چند حوالے پیش خدمت ہیں:

تزوج خدیجة و هو ابن بضع و عشرين سنة فولد له منها قبل مبعتها القاسم

وراقية و زینب و ام کلثوم و ولد له بعد المبعث الطیب و الطاهر و فاطمة ---

[محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ، اصول کافی مع کتاب الثانی، جلد ۱، صفحہ ۵۴۴]

در قریب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول خدا ﷺ

از خدیجہ متولد شدن طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب ---

[شیخ عباس قمی، منہی الامال، صفحہ ۱۰۸]

”بسنہ معتبر حضرت صادق سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اولاد امجاد

جناب خدیجہ کے بطن سے طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب ہیں۔“ ---

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد پچیس برس تک زندہ رہیں اور گیارہ رمضان کو نبوت کے دسویں سال میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا حضور ﷺ کی تمام اولاد حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ ان کی زندگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی اور ان کے وصال کے بعد اکثر ان کو یاد کرتے رہتے تھے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا عظیم المرتبت صحابیہ ہیں۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۴۶ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
فقاہت میں آپ کا بہت بلند مقام تھا اور مسائل دینیہ میں عموماً صحابہ کرام آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ نبوت کے دسویں سال میں حضور ﷺ نے آپ کو اپنے حوالہ عقد میں داخل کر لیا۔ عام روایات میں یہ تصریح ہے کہ اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی، لیکن اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ صاحب اکمال فی اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق آپ کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا آپ سے دس سال بڑی تھیں اور اصابعہ اور اسد الغابہ میں تصریح ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء کی عمر ستائیس سال تھی۔ اس حساب سے ہجرت کے وقت حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ سال قرار پاتی ہے اور نکاح کے وقت چودہ سال! دو ہجری میں آپ کی رخصتی عمل میں آئی۔ تمام ازواج مطہرات میں آپ تنہا زوجہ ہیں جو کنواری تھیں اور آپ ہی وہ منفرد زوجہ ہیں جن کے بستر پر قرآن عظیم کی آیات نازل ہوتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو آپ ہی سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ ہی کے گھر حضور ﷺ نے اپنی آخری بیماری کے ایام گزارے۔ آپ ہی کے سینہ پر سر مبارک رکھا کہ حضور ﷺ ”رفیق اعلیٰ“ سے جا ملے اور آپ ہی کا حجرہ مبارکہ گنبد خضرا بنا اور اس نے وہ رفعتیں پائیں جو عرش عظیم کو بھی حاصل نہیں ہیں۔

آپ کی برکت سے امت کو یتیم کی سہولت حاصل ہوئی۔ آپ ہی کی پاک دامنی بیان کرنے کے لیے سورہ نور کی متعدد آیات نازل ہوئیں اور حدیث کا قانون بنا۔ حضور ﷺ نے آپ کے حق میں فرمایا:

لَا تُؤْذِنُنِي فِيْ عَائِشَةَ --- [بخاری، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱]

یعنی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اذیت دینا حضور ﷺ کو اذیت دینا ہے۔ (گوشہ کا سالن جس میں روٹی کے ٹکڑے ڈالے جائیں)، گوشت سے بننے کی بنا پر از روئے حدیث تمام کھانوں سے افضل ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا، عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی شریک کی تمام کھانوں پر۔

[بخاری، جلد ۱، صفحہ ۵۳۲]

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سترہ رمضان اٹھاون ہجری میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ آپ کو کثرت احادیث محفوظ تھیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رسول کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے حل کا علم تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دو ہزار دو سو دس احادیث روایت کی ہیں۔

[عمدة القاری، جلد ۱، صفحہ ۳۸]



بحضور

اہل بیت سرورِ موجودات حضرات ازواج مطہرات

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء

سلام اللہ علی ابیہا و علیہا

پروفیسر علامہ نور بخش توکلی مدظلہ

فاطمہ نام، زہرا اور بتول لقب ہیں۔ جمال و کمال کے سبب سے زہراء کہلاتی تھیں اور ماسوا سے انقطاع کی وجہ سے بتول تھیں۔ بعثت کے پہلے سال یا بعثت سے ایک سال پہلے یا پانچ سال پہلے بنا براختلاف روایات پیدا ہوئیں۔

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا کہ ادائے مہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لیے ضروری ہے، زرہ کو فروخت کر ڈالو۔ چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۴۸۰ درہم کو خریدی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیمت لا کر حضور ﷺ کے آگے ڈال دی۔ حضور نے اس میں سے کچھ بلال (رضی اللہ عنہ) کو دیا کہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز وغیرہ کے لیے ام سلیم کے حوالہ کیا۔ اس طرح عقد ہو گیا۔ جہیز میں یہ چیزیں تھیں [طبقات ابن سعد، جز ثامن، ترجمہ زہراء] ایک لحاف، ایک چڑے کا تکیہ جس میں درخت خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشک، دو گھڑے۔

اسی سال ماہ ذوالحجہ میں رسم عروسی ادا کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ادائے رسم کے لیے مکان کرایہ پر لیا، پھر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے دے دیا۔ [وفاء الوفاء للسہودی]

آنحضرت ﷺ کو اپنے اہل میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سب سے پیاری تھیں۔ جب سفر پر جایا کرتے

مقصود دراصل تو ہے ازواج رضی اللہ عنہا کی ذات

شامل اسی حکم میں ہیں ابناء و بنات
ہے آیہ تطہیر کی تفسیر یہی

ازواج مطہرات ہیں معصومات
.....

جو منکر قرآن ہے مسلمان نہیں

مومن تو وہ کیا ہو سکے، انسان نہیں

ازواج نبی کو ماں نہ مانا جس نے

اس شخص کا کوئی دین ایمان نہیں
.....

سید نصیر الدین نصیر گیلانی مدظلہ



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
تو اخیر میں حضرت فاطمہ سے ملتے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

”فاطمہ میرا بارہ گوشت ہے، جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

فاطمہ ہی کی نسبت حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

خَيْرُ نِسَاءٍ هَذِهِ الْأُمَّةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ سَيِّدَةُ
نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ نِسَاءِ الْجَنَّةِ ---

صاحب زاد یوں میں صرف حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کا سلسلہ نسل جاری ہے
اور قیامت تک رہے گا۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر کا تمام کام کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز خبر لگی کہ رسول اللہ ﷺ
کے پاس لونڈی، غلام آئے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم اس موقع پر
اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لیے ایک کنیر مانگ لو۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت
میں حاضر ہوئیں تو آپ نے پوچھا کہ کس لیے آئی ہو؟ عرض کیا کہ سلام کرنے آئی ہوں۔ پاس حیا
اظہار مطلب نہ کیا اور واپس آ کر حضرت علی سے یہی عذر بیان کر دیا۔ پھر دونوں حاضر خدمت
اقدس ہوئے۔ حضرت علی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کشتی کرتے کرتے میرے سینے پر نیل پڑ
گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ بچلی پیتے پیتے میری ہتھیلیوں پر آبلے پڑھ گئے ہیں۔ آپ
خدمت کے لیے ایک کنیر عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:

”اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔

ان کے خرچ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں، میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت
اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔“

رات ہوئی تو آپ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر تشریف لے گئے۔ دونوں ایسی پرزہ دار
چادر میں تھے کہ اگر اس سے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے رہتے۔
آپ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا، اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں
کنیر سے بہتر چیز بتاتا ہوں اور وہ وہ کلمات ہیں جو حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔
یعنی ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار، الحمد للہ دس بار، اللہ اکبر دس بار اور سونے کے وقت
سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔

خانگی معاملات میں بعض دفعہ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما میں رجحش ہو جایا کرتی تھی تو حضور ﷺ
دونوں میں مصالحت کروادیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ
ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ۵۰ ۵۱ رمضان کریم ۱۲۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی کو وہاں نہ پایا۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراء سے
(محاورہ عرب کے موافق) پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں
کچھ ان بن ہو گئی ہے، وہ ناراض ہو کر نکل گئے ہیں اور میرے ہاں قیلولہ نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ نے
ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو تو کہاں ہیں؟ اس نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔
حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔
چادر پہلو سے گری ہوئی ہے اور خاک آلود ہو رہے ہیں۔ حضور ﷺ خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا:

اے ابوتراب! اٹھ بیٹھ۔ اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے پیارا کوئی نام نہ تھا۔ [صحیحین]

فتح مکہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہا، حضرت سیدہ
زہراء رضی اللہ عنہا نے سنا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگیں:

”آپ ﷺ کی قوم کہتی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کے لیے ناراض نہیں ہوتے،

یہ دیکھیے کہ علی، ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنے لگے ہیں۔“

یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

”اما بعد! میں نے ابوالعاص سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، اس نے مجھ سے بات کہی

اور سچ کر دکھائی، مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کیا۔ فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے، میں

پسند نہیں کرتا کہ اسے تکلیف پہنچے۔ اللہ کی قسم! رسول خدا ﷺ کی لڑکی اور دشمن خدا کی لڑکی

ایک شخص کے ہاں جمع نہ ہوگی۔“

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواستگاری چھوڑ دی۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے شریف کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں
اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے
نماز جنازہ پڑھائی۔ بیچ میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت علی و عباس و فضل رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔
حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ امام حسن و امام حسین جو
اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ محسن و رقیہ جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ ام کلثوم جن کی شادی
حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی، زینب جن کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا، ان میں سے
سوائے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے کسی سے نسل نہیں رہی۔



گل ہائے مودت و محبت بخدمت تاجدار اہل اہل مشکل کشا مولائے کائنات ابن عم رسول، زوج بتول، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سال شہادت: ۱۲۰۰ھ بالفاظ بحساب ابجد ”بوتے حبیب“
ابن عم شافع محشر علی المرتضیٰ نسبتی فرزند پیغمبر علی المرتضیٰ
شہر علم و آگہی کا در علی المرتضیٰ شیر یزداں، ضیغ سرور علی المرتضیٰ
کبریاء کے خاص بندوں میں ہے حیدر کا شمار قرب یاب جان پیغمبر علی المرتضیٰ
خود حبیب حق نے فرمائی ہے جس کی تربیت وہ ہمیں بخت و بلند اختر علی المرتضیٰ
مطلع عشق رسالت کا وہ خورشید منیر منزل توحید کا رہبر علی المرتضیٰ
وہ خدا کے گھر ہوا پیدا، نبی کے گھر پلا جس کی بیوی بنت پیغمبر، علی المرتضیٰ
تاجدار کشور عرفاں، امام الاولیا قاسم فیض شہ کوثر علی المرتضیٰ
ذات پاک حیدر کرار، بسم اللہ کی ”با“ علم کا، دانائی کا پیکر علی المرتضیٰ
کردیے تکتے ہی لایخل مسائل اس نے حل با فراست اور دیدہ ور علی المرتضیٰ
بوتراب و تاج دار اہل اہل زوج بتول نور چشم ساقی کوثر علی المرتضیٰ
ختم اس کی ذات پر ہیں معرفت کے سلسلے معرفت کا مرکز و محور علی المرتضیٰ
مقتدائے اہل ایمان، جانشین مصطفیٰ مرشد اہل صفا حیدر علی المرتضیٰ
رہنمائے سالکان رہ گزار معرفت آسمان فقر کا غیر علی المرتضیٰ
اس کی پاکیزہ حیات، عکاس فقر مصطفیٰ بے نیاز جاہ و مال و زر علی المرتضیٰ
قانع و صابر، کشادہ ظرف، جواد و کریم مؤنس سائل، گدا پرور علی المرتضیٰ
نام اس کا لرزہ خیز اعدائے ملت کے لیے مرد آگن صف شکن صفدر علی المرتضیٰ
جب حق و باطل میں کوئی معرکہ برپا ہوا تیغ بازوں میں نمایاں تر علی المرتضیٰ
وہ محافظ حصن دین سید الکونین کا قلعہ باطل کا غارت گر علی المرتضیٰ
وہ نگاہ مصطفیٰ کا انتخاب آخرین کامیاب غزوہ خیبر علی المرتضیٰ
لاکھ مرحب بھی اسے مغلوب کر سکتے نہیں ڈھال ہیں اسلام کے سر پر علی المرتضیٰ
لحبک لحنی سے طارق ان کی عظمت ہے عیاں مصطفائی شان کے مظہر علی المرتضیٰ
محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

بدری صحابہ کرام کے ایمان افروز واقعات

مولانا محمد منشا تابش قصوری

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے ایمان و ایقان اور اسلام کی پاکیزہ دولت سے براہ راست مستفیض ہونے والے خوش نصیب افراد کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم وصف سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے معلم کائنات ﷺ سے علوم و عرفان اور تزکیہ و طہارت کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹے، حکمت و دانش کو جمع کیا اور پھر بلغوا عنی ولو آیتہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تبلیغ حق و صداقت کے لیے زندگی بھر کمر بستہ رہے۔ ذیل میں ان کی چند باتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن میں فیوض و برکات کا سمندر موجزن ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں ایک ایسے مصنف کے حوالے سے مزین کیا جائے گا، جس کا عقیدہ و نظریہ اپنی ہی تحریر کے برعکس ہے۔ وہ ہیں اہل حدیث مسلک کے مشہور عالم جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مؤلف کتاب ”رحمۃ للعالمین“۔ موصوف کی ایک تصنیف ہے ”اصحاب بدر“۔ اسی کتاب سے بعض بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمان افروز، روح پرور اور بصیرت افروز باتوں کو نہایت اختصار سے قلم بند کیا جاتا ہے۔ ہاں بعض کلمات فائدہ کے عنوان سے راقم السطور کی طرف سے درج ہوں گے تاکہ روحانی لطافت و چاشنی دوا آئندہ ہو۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کا سلسلہ کعب بن لوی سے مل جاتا ہے۔ جنگ بدر میں وہ اس وجہ سے شامل نہ ہو سکے کہ آپ کو رسول کریم ﷺ نے سرحد شام میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیج دیا تھا لیکن حضور ﷺ نے انہیں ویسے ہی شمولیت کا تمغہ عطا فرمایا، جیسے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم غزوہ بدر میں شامل تھے، بناءً علیہ آپ بدری ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا:

”جو زندہ شہید کو دیکھنا پسند کرے، وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔“---

بوقت شہادت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ آپ زندگی بھر ہر روز ایک ہزار دینار کے وزن کا لنگر پکایا کرتے تھے۔ [اصحاب بدر]

فائدہ

ایک تو آپ کو نبی کریم ﷺ نے شہادت کی بشارت دی، جو حضور ﷺ کے علم غیب پر دلالت کرتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاک و ہند میں اولیاء کرام کے عرسوں میں جو لنگر پکایا جاتا ہے، اس کی اصل خیر القرون میں پائی جاتی تھی، جس کی مثال مذکور ہوئی۔

کستوری کی خوشبو

حضرت عبید اللہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں عبد مناف پر جا کر شامل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے۔ اصحاب بدر میں سب سے زیادہ عمر والے آپ ہی تھے۔ حضور ﷺ کی پیدائش سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ غزوہ بدر میں دشمن کے مقابلہ میں آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا، مقام بدر سے ایک منزل مدینہ طیبہ کی طرف واپسی پر آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے اور اسی جگہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا اسی راہ سے گزر ہوا، رفقاء نے عرض کیا کہ ادھر سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

”ہاں! کیوں نہ ہو، یہاں ابو معاویہ (حضرت عبید بن حارث رضی اللہ عنہ) کی

قبر بھی تو ہے۔“---

آپ خوش اندام و خوب رو تھے، بوقت شہادت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ [اصحاب بدر]

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۵۲ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

بعد از وصال مزارت اولیاء کرام سے خوشبو کے ظہور پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد حجت ہے۔

حضور ﷺ نے پیشانی چوم لی

حضرت عثمان بن مظعون قرشی رضی اللہ عنہ، صاحب ہجرتین ہیں، یعنی حبشہ اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ غزوہ بدر کے چار ماہ بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے خوش بخت ہیں، جنہیں مدینہ طیبہ میں وصال کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی اور جنت البقیع میں سب سے پہلے یہی دفن ہوئے۔ غسل و کفن کے وقت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی پیشانی کو چوم لیا، ایک خاتون نے دیکھتے ہی کہا:

”عثمان کو جنت مبارک ہو۔“---

نیز آپ کی قبر پر ایک پتھر بطور شناخت کھڑا کر دیا، جب حضور ﷺ نے وصال فرمایا تو انہیں حضرت عثمان کے برابر دفنایا گیا۔ [اصحاب بدر]

فائدہ

مزارت پر پتھر لگانا سنت نبھرا، آج کل شناخت کے لیے پتھر میں آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کے ساتھ ساتھ صاحب مزار کا نام کندہ کر دیتے ہیں۔ ان اعمال و افعال کا اثبات حضور ﷺ کے عمل شریف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے، نیز بعد از وصال جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کو چوم کر مشرف فرمایا تو پتہ چلا کہ بزرگان دین کے ہاتھوں اور پیشانی کا قبل از وصال یا بعد بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس سے تو یہ بھی مستفاد ہے کہ لوح مزار کو چومنا جائز ہے۔ اس لیے کہ حقیقتاً لوح مزار کو نہیں چوما جاتا، بلکہ صاحب مزار کی پیشانی کو چوم کر سنت مصطفیٰ ﷺ کے تصور کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

پیاروں سے ملاقات کا دن

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسلام میں ابتدائی ایام میں ہی داخل ہو گئے تھے۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیز حضرت سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ پہلی خاتون ہیں، جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا شرف پایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے ہم عمر تھے، نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے:

”عمار قدموں سے کانوں تک ایمان سے بھر پور ہیں۔“---

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَوْ مِنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ---

کے مصداق، حضرت عمار ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار
حضرت عمار رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گئے، اندر آنے کی اجازت طلب کی تو
حضور ﷺ نے فرمایا:

مرحباً بالطیب المطیب

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، نبی کریم ﷺ
نے فرمایا تھا:

يَا عَمَّاسُ تَقْتُلُكَ الْفِتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ ---

”اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا“ ---

آپ صفین میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں
دودھ پیش کر دیا گیا، دودھ پی کر کہا:

الْيَوْمَ أَلْقَى الْأَحِبَّةَ ---

”آج پیاروں، دوستوں سے ملاقات کا دن ہے“ ---

کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار! تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا، اسی دوران ایک اور عورت دودھ لے آئی،

آپ نے وہ بھی پی لیا اور فرمایا:

الحمد لله! الْجَنَّةُ تَحْتَ الْأَيْمَنَةِ ---

”جنت تو نیروں کے نیچے ہے“ ---

آپ نے ربیع الآخر ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہادت پائی۔

فائدہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے خدا واد علوم غیبیہ سے کئی سال قبل آپ کو شہادت کی خبر دی اور بوقت شہادت
آپ کی خوراک تک سے آگاہ کر دیا، نیز باغی گروہ کی نشان دہی فرمادی۔ واضح رہے کہ ضروری نہیں
کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے شہید کیا ہو بلکہ دونوں لشکروں میں باغی موجود تھے،
جنہوں نے اپنے مقصد کے لیے جنگ کی آگ کو مزید ہوا دی۔ انہی باغیوں کے ہاتھوں حضرت

ماہ نامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ۵۶ ۵ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور انہی باغیوں میں سے ابن جهم تھا، جو بظاہر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ
کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف داری کرتا رہا مگر آخر کار اسی کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو
کاری زخم لگا، جس کے باعث آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

ادب و احترام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جان کی قربانی

حضرت بشیر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ، بنو مسیلمہ میں سے ہیں۔ بیعت عقبہ کا شرف
حاصل کیا۔ بدر، احد، خندق میں شجاعانہ خدمات انجام دیں۔ بمقام خبیر یہ نبی کریم ﷺ کے
دستر خوان پر تھے، جب یہودیہ نے مسموم (زہریلا) گوشت پیش کیا، انہوں نے اس سے لقمہ کھالیا
اور زہر سے شہید ہو گئے (شہادت سے قبل) ان کا بیان ہے کہ لقمہ کا مزہ مجھے بھی خراب معلوم ہوا تھا
مگر نبی کریم ﷺ کے سامنے لقمہ اگلنا ادب کے خلاف سمجھا۔ ان کو نبی کریم ﷺ نے بنو ساعدہ کا
سردار مقرر فرمایا تھا۔ [اصحاب بدر]

فائدہ

ادب و احترام مصطفیٰ ﷺ کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ جان دے دی مگر
حضور ﷺ کے ادب کو آنچ تک نہ آنے دی، سچ فرمایا:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں



وفیات

●.....گزشتہ دنوں:

الحاج غلام اولیس قرنی، البدر ٹریڈرز لاہور کے والد محترم الحاج عارف علی ---

مولانا محمد نصر اللہ مجددی، پھول نگر کی والدہ محترمہ ---

حافظ محمد افضل نوری، منڈی مرید کے، کی بھابھی صاحبہ ---

الحاج مہر نور حسن، حجرہ شاہ مقیم کی اہلیہ محترمہ --- اور

مولانا انوار الحق نوری، ساہیوال کے سر بھی قضائے الہی سے وفات پا گئیں --- انا لله وانا اليه راجعون
جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ
مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے ---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین



آواکھے جنت چلیں!

اظہار احمد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں ایک خاندان کا حصہ بنایا، ایک وقت آتا ہے جب بزرگ ساتھی دنیا سے چلے جاتے ہیں اور کچھ ننھے ننھے بچے اسی خاندان کا حصہ بن جاتے ہیں۔ زندگی اسی طرح رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ انعام مانگے بغیر ہی عنایت کر دیا کہ خاندان کے افراد میں آپس میں محبت پیدا کر دی۔ ماں باپ کی محبت، بیوی کی محبت، خاوند کی محبت، بچوں کی محبت اور پھر اگلی پود، یعنی بچوں کے بچوں سے محبت۔ یہ محبت نہ صرف بڑوں کو بچوں سے ہوتی ہے بلکہ بچے بھی اپنے سے بڑوں کی محبت کا معصومانہ انداز میں اظہار کرتے ہیں۔ چند بد نصیب اس دنیا میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں، اور ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے محروم رکھا یا وہ خود محروم رہ گئے۔ محبت کا یہی باہمی جذبہ ہے جو ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنے اور ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کوشش اور مدد کرنے پر ابھارتا ہے۔ کوئی عزیز تکلیف میں ہو تو آنکھیں پر نم ہو جاتی ہیں۔ کسی کو خوشی ملتی ہے تو خوشیاں بانٹنے کو دل چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا ہتھیار دیا ہے، ہم ہر وقت دعاؤں کا سہارا لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی، عافیت اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں، ایک دوسرے کی بہتری چاہتے ہیں اور اپنی تمنائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا انعام بھی ہم پر کیا ہے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ کہ ہم ایک دوسرے کو اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔۔۔ کیوں؟ اس لیے کہ لوگ بُری عادات اور بُرے انجام سے بچ سکیں۔ یہ امر بالمعروف نہی عن المنکر مسلم معاشرے کی خوب صورتی ہے۔ یہاں انسان نہ صرف ایک دوسرے کی بھلائی چاہتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ آج کل کے لوگ اس عمل کو شخصی آزادی میں رکاوٹ سمجھتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشرہ ظالم کو ظلم سے نہ روک کر دراصل ظالم کی مدد کر رہا ہوتا ہے۔

بات محبت کے جذبے کی ہو رہی تھی۔ جب کوئی اپنا اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو قدرتی طور پر دل بے تاب ہو جاتا ہے۔ پھر دعا کا سہارا لیا جاتا ہے۔۔۔ اے اللہ! اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما، اس کے مراحل آسان کر دے، اس کے درجات بلند فرما دے۔۔۔ کون چاہتا ہے کہ اس کا عزیز، والدین، بچے، بیوی، خاوند اور دیگر عزیز واقارب جنت میں نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بشارت دی ہے کہ اہل خاندان کا جنت میں ساتھ ناممکن نہیں تو پھر کیوں نہ ہم کوشش کریں کہ اکٹھے جنت چلیں۔

محبت کے جذبے کا سرچشمہ اللہ کی ذات پاک ہے، مگر اس محبت کا حصول مشروط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے“۔ اُن سے کہو کہ ”اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت قبول کرو“۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں، تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں“۔۔۔ [آل عمران، ۳: ۳۱-۳۲]

یہ آفاقی اصول ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بتا دیا ہے اور زندگی کا اصول بھی یہی ہے کہ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اگر ہم اللہ سے محبت کریں گے، تو وہ ہم سے محبت کرے گا۔۔۔ کوئی خاندان، کوئی رشتے داری، کوئی حسب و نسب ہمیں اللہ کی محبت کا دعوے دار نہیں بنا سکتا۔ یہ محبت کیا ہے؟ اور پھر اللہ سے محبت!۔۔۔ اللہ سے محبت یہی ہے کہ ہماری مرضی اور پسند، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند کے تابع ہو جائے۔ اس کا کہا مانا جائے، اس پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
عمل کیا جائے اور اس کا حکم بلاچوں و چرا بجالایا جائے۔ یہ نہیں کہ حسی علی الصلوٰۃ، حسی علی
الفلاح کی صدا بلند ہو اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں۔

یہ بڑی سادہ اور سیدھی بات اور واضح اصول ہے جو ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے اور جو
یہ اصول نہیں مانتے ان کے لیے کسی لگی لپٹی کے بغیر تنبیہ ہے:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ
اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے، وہی ظالم ہوں گے۔“

[التوبہ، ۹: ۲۳]

گویا جن سے محبت کے دعوے ہوتے ہیں، جن کے لیے آدمی راتوں کو جاگتا اور تکلیف اٹھاتا ہے،
اگر وہ بھی ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو ان کو سناٹھی بنانے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود
جو ایسا کرے اسے ظالم قرار دیا گیا ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ظالم کے لیے قرآن مجید میں
کیا کیا احکام ہیں اور ان کا کیا انجام بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم کرنے سے باز رکھے اور اللہ نہ کرے
کہ کسی وجہ سے ہمارا شمار ظالموں میں ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑی صاف بات فرما رہا ہے کہ یہ دوغلی پالیسی
نہیں چلے گی اور پھر دعائے قنوت میں بھی ہم روزانہ وعدہ کرتے ہیں کہ:

”ہم نافرمانی نہیں کرتے اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔“

دنیا میں ہمارے ساتھی۔۔۔ والدین، زوجین، یعنی خاوند اور بیوی اور پھر اولاد۔۔۔ یہی لوگ
مل کر عموماً خاندان بناتے ہیں اور اکٹھے ماہ و سال بسر کرتے ہیں۔ مغرب کے خاندان کا تصور
ہمارے پیش نظر نہیں، جہاں والدین کو خاندان سے باہر بلکہ بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ یہ تو ہمارے
خاندان کا حصہ ہیں، آپس میں محبت کی لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں، جن کی ہمیں فکر رہتی ہے،
ان کی بہتری کی خواہش بھی رہتی ہے اور اگر انھیں تکلیف پہنچے تو طبیعت غم گین ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بشارت دی ہے کہ یہی والدین، زوج اور اولاد جنت میں بھی
ساتھی بن سکتے ہیں۔ یہ کیوں کر ممکن ہے اور اس کے لیے نسخہ کیا کیا ہے؟ فرمایا:

”اے ہمارے رب، اور داخل کر ان کو ہمیشہ رہنے والی اُن جنتوں میں جن کا
تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں
اُن کو بھی وہاں اُن کے ساتھ ہی پہنچا دے، تو بلاشبہ قادر مطلق اور حکیم ہے۔“

[المومن، ۸۰: ۴۰]

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۱۰ ۶ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ان آیات کے ذریعے دراصل ہمیں اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ یاد رکھیے، یہ دعائیں
اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں بتائیں۔۔۔ یہ اس لیے بتائی ہیں کہ قبول بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں
قرآن پاک کے الفاظ پر جتنا یقین ہے، اسی طرح اس بات پر بھی یقین ہونا چاہیے کہ یہ دعائیں
نری لفاظی نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہیں۔ سوچیں تو سہی، وعدہ کون کر رہا ہے، پھر پورا کیوں نہ ہوگا!
بہر حال شرائط تو ہمیں پوری کرنی ہیں۔ یہاں دیکھیے والدین، بیویوں اور اولاد کے لیے جنت کی
نوید ہے اور پھر شرط بھی ہے۔۔۔ کہ وہ جو صالح ہوں، وہی مستحق ہوں گے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیویوں اور اولاد کے لیے جنت کا وعدہ ہے مگر یہ وعدہ
دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔۔۔ صالح ہونا اور صابر ہونا۔ سورہ رعد میں اہل ایمان کی صفات کا
تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

”آخرت کا گھر انھی لوگوں کے لیے ہے، یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ

ہوں گے۔ وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آبا و اجداد اور اُن کی بیویوں

اور اُن کی اولاد میں سے جو جو صالح ہیں وہ بھی امن کے ساتھ وہاں جائیں گے۔

ملائکہ ہر طرف سے اُن کے استقبال کے لیے آئیں گے اور اُن سے کہیں گے کہ ”تم پر

سلامتی ہے، تم نے دنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا، اُس کی بدولت آج تم اس کے

مستحق ہوئے ہو“ پس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر!“۔۔۔ [الرعد، ۱۳: ۲۳-۲۴]

یہ کتنی بڑی خبر اور خوش خبری ہے کہ ہمارے گھر والے بھی جنت میں اکٹھے ہوں گے! اللہ تعالیٰ
ہمیں اور اہل خاندان کو اس مرتبے کے قابل بنادے۔۔۔ آمین!

کام کا آغاز کیسے ہو؟ کیا محنت کرنی ہے، کیا ہے جو سمجھنا ضروری ہے اور کون سا راستہ ہے جو
پورے خاندان کو اکٹھے جنت کی طرف لے جاسکتا ہے؟

● آغاز، شریک حیات کے انتخاب سے:

بات وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے، یعنی جب
شریک زندگی کی تلاش کی جاتی ہے۔ سفر کا آغاز نیک اور صالح ہم سفر کی تلاش اور انتخاب سے کیا جائے۔
حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ اس انتخاب کا فیصلہ دین اور اخلاق کی بنیاد پر کریں، ورنہ دنیا میں
فساد پھیل جائے گا۔۔۔ جس بھی اس فیصلے میں برکت ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
یہ کام بڑی ذمہ داری اور سنجیدگی کا حامل ہے۔ جب ہماری اگلی نسل کا دار و مدار اسی پر ہے تو
پھر سستی کیوں؟ پھر یہ کام انتخاب پر رک تو نہیں جاتا۔ آپ کی شادی ہوگئی تو آگے چھوٹے
بہن بھائی ہیں، بچے ہیں۔۔۔ یہ تو ہمیشہ چلنے والا کام ہے اور بڑی سنجیدگی اور دانش مندی سے
کرنے کا کام ہے۔

شادی کے بعد اولاد کی فکر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر مکمل قدرت رکھتا ہے کہ وہ جسے چاہے
اولاد عنایت فرما دے:

”اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے،
جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور
لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور
ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔ (الشوریٰ ۴۲:۴۹)
اُس کی جناب سے عنایت ہوگئی تو شکر ادا کریں، نہیں تو صبر اور پھر صبر کا اجر بھی بہت ہے۔
ہاں، دعا کا ہتھیار تو ہمارے پاس ہے ہی۔

ہم تو بہت کمزور لوگ ہیں۔ نبیوں نے بھی یہ دعائیں مانگی ہیں۔ دیکھیے حضرت سیدنا
ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

”اے پروردگار! ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔۔۔

مشروط دعا۔۔۔ بیٹا ہو تو صالح ہو۔ اور پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا بھی۔۔۔ نیک اولاد کی
درخواست کی جارہی ہے۔ دعا کرنا نہ بھولیں۔ دعا مانگنا، ہمارا حق ہے اور بار بار دعا مانگنے کی تعلیم
دی گئی ہے۔ ہر ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اِنَّكَ نَعْبُدُكَ وَ اِنَّكَ نَسْتَعِيْنُ
صالح اولاد بڑی نعمت ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا، صالح ہونا ایسی شرط ہے جس کے
پورا کرنے پر براہ راست جنت کی بشارت ہے۔

صالح اولاد کا کیا مطلب ہے؟ کیا نماز ادا کر لینا اور تلاوت قرآن کرنا ہی صالح ہونے کے لیے
کافی ہے۔۔۔ یا پھر اخلاق، معاملات اور عبادات کا درست ہونا بھی صالح ہونے کے لیے ضروری ہے،
یا کچھ اور بھی خصوصیات درکار ہیں؟ صالح ہونا دراصل ایسی صلاحیت ہے جس پر بڑے انعام کا
 وعدہ ہے۔ جنت جیسا انعام، اور پھر بار بار بتایا گیا ہے کہ جنت ابدی قیام گاہ ہے۔

● دعا اور عمل ساتھ ساتھ:

جب بھی کوئی بڑا منصوبہ یا پراجیکٹ شروع ہوتا ہے تو ایک عزم ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے۔
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۶۲ ۶ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
مگر اس کے ساتھ دعا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عزم میں برکت عطا فرمائے اور تکمیل آسانی سے ہو۔
دعا اور عزم دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ عزم کے بغیر دعا مناسب نہیں اور دعا کے بغیر عزم بے برکت
رہ جاتا ہے۔ یوں دعا کیجیے:

”اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے

اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔۔۔ [الفرقان، ۲۵:۴۷]

اس خوب صورت دعا میں ایسے ہی خاندان کی محبت جھلک رہی ہے۔۔۔ بیویوں اور اولاد سے
آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور دیکھیں اللہ تعالیٰ ہمیں کون سا درجہ دینا چاہتا ہے۔۔۔ پرہیزگاروں کا امام۔
یہ دعا محض کسی مقرر کی لفاظی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ ہیں۔۔۔ ان کا پورا ہونا بالکل ممکن ہے۔
ہم اپنی کمزوریوں پر توجہ دیں تو سب کچھ ممکن ہے۔ ذرا مومن بن کر دیکھیں اور دکھائیں تو سہی۔
اب یہ عزم، پھر دعا اور پھر عمل کا معاملہ آگیا۔ سوچیں آپ کا بیٹا آپ سے دعا کے لیے کہے
کہ دعا کریں، امتحان میں کامیابی ہو، مگر وہ خود کھیل میں مصروف رہے تو یقیناً آپ کہیں گے کہ بیٹا!
تم خود تو امتحان کی تیاری نہیں کر رہے، مجھے دعا کے لیے کہہ رہے ہو۔ گویا عمل کی بڑی اہمیت ہے۔
بقول اقبال:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

● والدین کی ذمہ داری:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو

اس آگ سے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔۔۔ [التحریم، ۶:۶۶]

گویا عمل کے لیے والدین کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ یہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور
اہل ایمان کو اجتماعی طور پر حکم دیا جا رہا ہے: ”اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔“
اس طرح سے والدین پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، اب نہ کوئی بہانہ ہے، نہ فرار کا موقع۔
لازمًا سے کرنا ہی ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر اہل و عیال خدا خواستہ آگ سے نہ بچ سکے، تو ہم خود
ذمہ دار ہوں گے۔ ذرا سوچیے! اہل و عیال کو آگ سے بچانے کے لیے نیک زوج کی کتنی اہمیت ہے،
جو خود اس بات کی ضمانت ہو کہ بچوں کی تعلیم و تربیت صحیح طریقے پر ہوگی۔

فرمایا جا رہا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
 ”اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔۔۔“

33

[ظہ، ۲۰: ۱۳۲]

یہاں محنت کرنے کو کہا گیا ہے کہ بار بار کہو کہ نماز پڑھو اور پھر یہ دوغلی پالیسی نہیں۔۔۔ خود بھی پابند رہنے کا حکم ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک مشہور حدیث میں حضور ﷺ ایک بچے کو سمجھاتے ہیں:
 ”اے بیٹے! بسم اللہ پڑھ کر، یعنی اللہ کے نام سے، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا کھاؤ۔۔۔“

ایک ہی حدیث میں یہ تین تعلیمات ہیں۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے جب والدین فرار چاہتے ہیں اور اپنی ذمہ داری نبھانا چھوڑ دیتے ہیں کہ بچے کو ٹوکنا نہیں، اس سے وہ نفسیاتی مریض بن جائے گا۔ یہ اہل مغرب کی سوچ ہے جو خود نفسیاتی مریض بن گئے ہیں، وہ اپنے بچوں کو بھلا کیا سکھائیں گے۔ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے لوگ ہیں، نہ خود برائی کریں گے، نہ کرنے دیں گے۔ یقیناً عمل کے ساتھ ٹھوس منصوبہ بندی کی بھی ضرورت ہے، کیوں کہ عمر بھر کا منصوبہ جو مل گیا ہے۔ حکم آ گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ!

● بچے کی تربیت کے مختلف مراحل:

مسلمان کی زندگی ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے احکامات میں گھری ہوئی ہے۔ جب کہہ دیا:

﴿ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً﴾۔۔۔ [البقرہ، ۲: ۲۰۸]

تو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو گئے۔ زندگی کے ہر مرحلے پر جواب دہی بھی ہے۔ اولاد کی پیدائش سے تربیت کا عمل شروع ہوتا ہے۔ ہم نے اس ضمن میں دعائیں بھی پڑھیں، اسی پیدائش کے لیے نیک زوج کی تلاش اور انتخاب کا مرحلہ بھی گزرا۔ پھر رضاعت، یعنی بچے کو دودھ پلانے کا دور بھی گزرا۔۔۔ یہ بچے کا حق ہے۔ بچے کی شخصیت ماں کی گود سے ہی بننے لگتی ہے۔ یہی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ بھی ہے۔ اس کے بعد سن تمیز ہے، یعنی وہ دور جب بچہ ہوش سنبھالتا ہے اور تین ساڑھے تین سال کی عمر سے پتھر اور کھجور میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ پھر بلوغت آتی ہے۔ ہر موقع پر والدین کی جواب دہی ہے۔ خاندان میں بڑا ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ دیکھیں کہ ہر مرحلے پر ہم بچے کو کیا تعلیم دے رہے ہیں؟ کیا بچے کو سن بلوغت کے لیے تیار کیا ہے؟ کیا والدین اور بچے میں اتنی باہمی افہام و تفہیم (understanding) ہے کہ والدین بچے کو تمام احکام خود بتا سکیں اور کسی خلجان میں پڑے بغیر وہ تمام امور سمجھ سکے،

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۲ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 یا پھر کہیں ایسا تو نہیں کہ بلوغت کے احکام وہ حجام کی دکان سے سیکھ کر آ رہا ہو۔ پھر شادی تو ہے ہی سمجھ بوجھ کا کام۔

اس کے بعد بچے کی پیدائش کا مرحلہ آ جاتا ہے اور والدین اگلی نسل کی ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔ تربیت اولاد سے متعلق لٹریچر میں ہم پڑھتے ہیں کہ بچوں کو ۷ برس کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ ۱۰ برس کی عمر میں سزا دینے کی بات کی گئی ہے اور بستر علیحدہ کرنے کا کہا گیا ہے، یعنی جنسی تعلیم شروع ہو گئی۔ عموماً ۱۰ برس میں سزا دینے کی بات ہوتی ہے۔ جان لیجیے کہ والدین پر فرض ہے کہ وہ سن تیز سے بچے کو نماز میں ساتھ رکھیں۔ والدہ اسے تیار کرے۔ والد صاحب بچے ساڑھے چھ برس تک لگا تار محنت کریں۔۔۔ خود بھی مسجد جائیں، بچے کو بھی لے کر جائیں۔ والدہ بہانہ نہ بنائے کہ ابھی تو تھکا ہوا ہے، ابھی کھانا کھا رہا ہے۔ والدین کی سال ہا سال کی لگا تار محنت کے بعد سزا دینے کی بات ہو رہی ہے، یعنی والدین سزا دینے سے قبل اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے بارے میں خوب غور کر لیں۔

● بچے کی شخصیت کی تعمیر:

اسلام کا جامع فہم، ایمان اور یقین کی کیفیت، قول و فعل میں یگانگت، فیصلوں میں دین بطور بنیاد، یہ وہ صفات ہیں جو والدین کو چاہیے کہ بچوں میں پیدا کریں۔ جائزہ لیجیے کہ آیا اسے اسلام کا جامع فہم حاصل ہوا یا نہیں۔ اللہ کے بارے میں ایمان اور یقین کی کیفیت کیسی ہے۔ نماز اللہ کے لیے پڑھتا ہے یا اس وجہ سے کہ آج والد صاحب غصے میں ہیں، کہیں جھوٹ اور دھوکے بازی تو نہیں کرتا۔۔۔ آیا فیصلے دین کی بنیاد پر کر رہا ہے یا سماجی دباؤ میں۔ آیا اس کا دل ان باتوں سے مطمئن ہے یا نہیں۔

● والدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ بچوں میں بھی یہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ سے تعلق کیسا ہے؟ فرائض کی حد تک یا سنت اور نوافل کی حد تک۔ کاموں میں خلوص کتنا ہے اور دکھاوا کتنا۔ کڑوی بات سن کر صبر کرتے ہیں یا بھڑک کر اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہیں۔ حکمت عملی میں استقامت کس حد تک ہے۔ وقتی فیصلے ہو رہے ہیں یا مستقل مزاجی ہے۔ بات کھٹاک سے منہ پر دے مارتے ہیں یا حکمت سے کام لیتے ہیں۔ فیصلہ کرنے میں آخرت اثر انداز ہوتی ہے یا دنیا داری کے معاملات۔ کیا لیلین دین میں دھوکا دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ قرآن کے درس بھی چل رہے ہیں۔۔۔ سیرت و کردار کے یہ سب پہلو دراصل ہماری شخصیت کے ساتھ ساتھ نیت کی بھی غمازی کرتے ہیں۔ انھی سے سیرت نکھر کر سامنے آتی ہے۔

مشاورت، اخوت و محبت، احتساب، نظم و ضبط، اقامت دین یہ اجتماعی صفات، صالح معاشرے کی ضرورت ہیں اور ایسے معاشرے کی تشکیل صالح افراد ہی کرتے ہیں۔ ایسا معاشرہ رسول اکرم ﷺ کے دور میں تھا، جہاں فیصلے مشاورت سے ہوتے تھے، اخوت و محبت کی قدر تھی اور یہ سب کچھ آج بھی ممکن ہے، اگر ہمارا قبلہ درست ہو جائے۔ بھائی چارے سے کام ہو رہا ہو تو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ جنگ خندق کے دوران اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھے تو پتا چلا کہ حضور ﷺ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ نظم و ضبط ان تمام خوبیوں کا نتیجہ ہے۔ ان تمام باتوں سے اقامت دین کو تقویت ملتی ہے۔ ہر مسجد میں پانچ مرتبہ جماعت کے ذریعے نظم و ضبط کا درس ملتا ہے تو پھر مسلمان معاشرے میں بد نظمی کی کوئی وجہ نہیں، جب کہ یہ تربیت سال ہا سال سے صبح و شام جاری ہے۔ ہمیں اس کی طرف من حیث القوم توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

● معاشرتی زندگی کے تقاضے:

اس کے بعد اجتماعی زندگی کا مرحلہ آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”سب لکرا اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو“۔۔۔

[آل عمران، ۱۰۳:۳]

یہاں اجتماعیت کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور مسلمان کی زندگی تو ہے ہی اجتماعیت۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ، باہر محلے داروں اور دفتر والوں کے ساتھ۔ ہماری معاشرتی کمزوریوں میں کبر، نفسانیت، بے اعتدالی اور ضعف ارادہ کے علاوہ بھی کئی پہلو ہیں۔

● یہ مقام ہے اپنا محاسبہ کرنے کا۔۔۔ اپنا دل ٹٹولنے کا۔ ہمارے دائیں بائیں کئی داعی حضرات ہیں، جن کا بڑا اقتدار ہے، جن کی تحریر و تقریر ہیرے موتی جیسی ہے، مگر ان کی اپنی اولاد نے ان کے مشن کو آگے نہیں بڑھایا۔۔۔ یہ لمحہ فکر یہ ہے۔ کمزوریوں کی ابتدا اپنے گھر سے ہی ہوتی ہے۔ ہمارے گھر ہمارے اور ہمارے گھر والوں کے لیے قلعہ ہیں۔ دروازہ اونچا اور مضبوط رکھا جاتا ہے۔ مگر ایک کھڑکی ایسی کھول دی جاتی ہے جہاں سے دنیا بھر کی غلاظت گھر میں داخل ہو جاتی ہے۔ گھر کی کمزوریوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اب جدید جاہلیت کا دور ہے۔ یہ مادی ترقی کی جاہلیت ہے، یہ وہ دھوکا اور فریب ہے جس کو انسان کی ہلاکت کے لیے باقاعدہ علمی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ نتیجہ کرب، اذیت اور بے چینی ہے۔ یاد رکھیے جب بھی اللہ کے احکام سے روگردانی کی جائے گی اسے جاہلیت ہی کہا جائے گا۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۶ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

● کبر کو لیجیے۔ کئی بزرگ محبت کرنے کے باوجود۔۔۔ میری بات مانو، کوئی دوسرا راستہ نہیں۔۔۔ کے مصداق سخت مزاج واقع ہوتے ہیں۔ وہ مذہبی شخصیت تو ہوتے ہیں، دینی نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کبر کی وجہ سے بچے سہمے رہتے ہیں، بیوی دبی رہتی ہے، نہ مشورہ دیا جاتا ہے، نہ لیا جاتا ہے، نہ مشاورت کو اہمیت دی جاتی ہے، نہ تربیت کو۔ اندازہ کیجیے گھر پر نفسانیت کا دور دورہ تو نہیں۔ کیا گھر کی اکائی قائم ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ گھر کے افراد کئی ٹکڑیوں میں بٹ گئے ہوں، جن کے علیحدہ اہداف اور مقاصد ہوں۔

● اسراف و تبذیر کی صورت حال بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ اسے وقت کی ضرورت بنا کر قبول کیا جاتا ہے۔ گھر والوں کو معاشی ذمہ داری بھی دے دی جاتی ہے۔ آخر بچوں کو کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے کہ انھیں آیا اور ڈے کیئر سنٹر میں پرورش کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مقصد گھر کی اکائی کی حفاظت ہے اور اس کا رخ لازمًا اللہ کے حکم اور حضور ﷺ کی سنت کی سمت ہونا لازمی ہے۔ جہی تو گھر والے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون بن سکیں گے اور پھر آخرت میں صدقہ جاریہ بھی۔

● بے اعتدالی میں مذہبی انتہا پسندی بھی آتی ہے۔ گھر والی فرائض ادا کرنے کے بجائے باہر تبلیغ اور نوافل پر ہی زور دینے لگے، بچے کتابی کیڑے بن جائیں یا دیوانگی کی حد تک کھیل کے رسیا ہوں، کرکٹ یا فٹ بال سیریز ہو رہی ہے تو صاحب بہادر نے دفتر سے چھٹی لے رکھی ہے اور گھر نے اسٹیڈیم کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ یہ سب بے اعتدالی ہے۔

● گھر والے اور بعض اوقات آپ خود بھی اپنے آپ کو روکنا چاہتے ہیں تو ضعف ارادہ کی وجہ سے روک نہیں سکتے، یہ قوت ارادی کی کمزوری ہے۔ دوغلی پالیسی کے کھلاڑی ایسا کرتے ہیں۔۔۔ کیا وجہ ہے کہ ہماری کئی خواتین عرب ممالک سے واپسی پر جہاز میں بیٹھتے ہی عبا یہ اتار دیتی ہیں۔ کیا پردے کا حکم پاکستان میں نہیں ہے؟ اس طرح انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ جس معاشرے میں رہ رہا ہوتا ہے اسی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مسلمان، مسلمان کے علاوہ سب کچھ بن جاتا ہے، لیکن مسلمان نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے لیے جو احکام ہیں اپنے ضعف ارادہ کی وجہ سے وہ ان پر عمل نہیں کرتا اور اگر کرتا بھی ہے تو مجبوری کی حد تک۔

● جسمانی تربیت کے لیے احادیث مبارکہ سے رہنمائی ملتی ہے۔ بچوں کو عیش کوشی کا عادی نہ بنائیں۔ جھاکش (rough & tough) ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح بچوں کو گھر کے کام کاج بلا تکان کرنا سکھائیں۔ نہ جانے کب کیسا وقت آن پڑے تاکہ وہ پہنچ کر قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔

خرابی کے داخلی و خارجی اسباب:

خرابی کے داخلی اسباب میں انتخاب زوج، دہرے معیار، نامناسب تقسیم کار، بچوں کو کھلی چھوٹ، دین کی ترجیح نہ ہونا، کم علمی جیسے کئی پہلو ہیں۔ یہ داخلی اسباب سب گھر والوں کی انفرادی توجہ چاہتے ہیں، اور ہم خود اس کے لیے سب سے زیادہ مسئول ہیں۔ مثلاً انتخاب زوج غلط یا نامناسب ہوا یا یہ کہہ لیں کہ پتا ہی نہ تھا۔ ہمارے اپنے معیار، موم کی ناک کی طرح ہوتے ہیں۔ کہیں قول ہے، فعل نہیں، اور کہیں فعل ہے تو قول نہیں۔ گھر کی ذمہ داریاں ٹھیک طرح سے تقسیم نہیں ہونیں۔ خاوند صرف معاشی ذمہ داری ہی نبھا رہا ہے، وہ اس میں ہی مطمئن ہے کہ وقت پر گھر کا خرچ بیوی کے ہاتھ میں دے دیا۔ مزاج کا سخت ہے، اسے کون سمجھائے کہ یہ بچے تمہارے اپنے ہیں۔۔۔ تمہارا اپنا صدقہ جاریہ۔ کئی گھروں میں ہوم ورک، بازار سے شاپنگ، دال سبزی آلو پیاز، سب خاتون کا خود خریدتی ہے۔ صاحب بہادر یا تو دفتر جاتے ہیں یا گھر پر ٹی وی دیکھتے ہیں۔ بچوں پر کون کیا چیک رکھ رہا ہے، اُن کے دوست کون ہیں اور کیسے ہیں، کون سی کتب یا لٹریچر گھر میں آ رہا ہے، انٹرنیٹ اور ٹی وی پر کیا دیکھا جا رہا ہے۔۔۔ اب تو سابر جرائم کا دور بھی شروع ہو گیا ہے۔۔۔ کچھ خبر نہیں۔ دین کے لیے ترجیح سے گھبراتے ہیں کہ کہیں مولوی ہونے کا لیبل نہ لگ جائے اور بہت سے کام فقط کم علمی اور ضعف ارادہ کی وجہ سے بھی غلط ہو رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کو بلا سوچے سمجھے گلے لگا لینا بھی ذہنی مرعوبیت کی نشانی ہے۔ اس طرح ہم ہر اُس بیماری کا شکار ہو رہے ہیں جو مغربیت کی وجہ سے ہم میں ڈرائی ہے۔

خرابی کے خارجی اسباب میں سب سے پہلا تو کمزور اور غلط نظام حکومت ہے۔ اسی وجہ سے میڈیا، نظام تعلیم، ناقص نصاب، سب کسی بھی نوجوان کے اچھا مسلمان بننے کی راہ میں مانع ہیں۔ ہمارے داخلی عوامل بعض اوقات اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ ان خارجی عوامل کے لیے وقت ہی نہیں ملتا کہ انہیں ٹھیک رکھا جائے اور یوں معاشرہ بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

تربیت کا ذمہ دار کون؟

یہ گھر والوں کی تربیت کا پراجیکٹ ہے تو آخر کوئی اس کا پراجیکٹ ڈائریکٹر بھی ہونا چاہیے۔ اولاد کی تربیت کون کرے؟ ماں کہتی ہے کہ تمہارے ابو دفتر سے آئیں گے تو شکایت لگاؤں گی۔ ابو دفتر سے آتے ہیں تو کہتے ہیں ابھی تو تھکا ماندہ آیا ہوں، تو پھر کون ذمہ دار ہے؟ وقت توڑ کے گناہیں۔ بچے بہر حال والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہیں۔ تعلیم و تربیت، صحت، کھیل کود، کچھ بھی سوچ لیں،

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ۶۸ ۱ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

بہر حال والدین کو ذمہ داری نبھانی ہے۔ یہ مسلمان معاشرہ ہے۔ یہاں مرد و عورت میں مسابقت اور تصادم کی فضا نہیں بلکہ تعاون کا ماحول ہے۔ مغرب میں تو خواتین کے اختیارات (women empowerment) کا شوق پھل پھول رہا ہے۔ اسی لیے وہاں ہر جگہ single mothers ملیں گی۔ اب فرانس میں خواتین تنگ آ کر کہہ رہی ہیں کہ وہ صرف گھر پر والدہ کا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں مگر ان کی بیماری اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی ہے۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان والدین اپنی اس مشترکہ ذمہ داری کا احساس کریں اور بطریق احسن نبھائیں کیوں کہ اولاد تو دونوں کی ہے اور دونوں کے لیے صدقہ جاریہ بھی۔

اس ضمن میں علماء کرام رہنمائی کرتے ہیں کہ بچوں میں یہ خوبیاں تب پیدا ہوں گی جب والدین میں یہ صفات ہوں گی۔ یہ نہ ہو کہ والد نے کہہ دیا کہ باہر کہہ دو گھر پر نہیں ہوں۔ والدہ فون پر جھوٹ بول رہی ہوں۔ پڑوس کی گیند گھر میں آگئی تو جھوٹ بول دیا، والدین خاموش رہے۔ بچہ ٹی وی رات گئے تک دیکھتا رہا، صبح وقت پر نہ اٹھ سکا، لہذا اسکول میں بیماری کی درخواست دے دی۔۔۔ یہ سب تضادات ہیں۔ بے عملی اور کمزوری کا نتیجہ ہیں۔ بظاہر یہ معمولی باتیں چھوٹی ہیں مگر شیطان تو تاک میں لگا رہتا ہے۔

اس ساری بحث کے نتیجے میں گھر والوں کی تربیت، اللہ کے سامنے جواب دہی کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ ہمیں اپنے اہل خانہ سے محبت ہے اور محبت کے اپنے تقاضے ہیں۔ صورت حال کی بہتری کے لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ یقین محکم، عمل پیہم کے مصداق اہل خاندان کو مسلسل تذکیر و نصیحت کرتے رہیں اور یہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کریں، نیکی کے لیے سازگار ماحول فراہم کریں، تربیت کا خاطر خواہ انتظام کریں۔ اخلاقی اعتبار سے مضبوط بنائیں اور شخصیت کی تشکیل و تعمیر پر توجہ دیں۔ جیسی تو گھر کے آنگن میں خوب صورت پھول کھلیں گے اور بیٹھے پھل لگیں گے۔

اصل کامیابی:

کوشش یہی ہونی چاہیے کہ یہ بچے بڑے ہو کر صالح مسلمان مرد/عورت بن سکیں۔ کل انھی بچوں کو والدین کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ ہم مسلسل دعا کرتے رہیں اور بہترین کوشش بھی۔۔۔ یہ بچوں کا حق ہے۔ مضبوط ارادہ، مسلسل دعا، عمل پیہم، بہترین منصوبہ بندی کے بعد ہی ہم کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اگر ارادہ، عمل اور منصوبہ بندی میں

قائد اعظم کا تصور پاکستان

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

پاکستان کا وجود آج سے تریسٹھ سال پہلے دنیا کے نقشے پر نمایاں ہوا تھا، تو یہ بلا سبب نہ تھا۔ ظہور پاکستان سے پہلے بھی کمرۂ عرض پر کئی اسلامی ممالک موجود تھے جہاں مسلمان اسلامی فکر و فلسفہ کے مطابق زندگی گزار رہے تھے اور پھر بہت سے ایسے غیر مسلم ممالک بھی تھے کہ وہاں مسلمان، ایک اقلیت کی حیثیت سے شب و روز بسر کر رہے تھے، لیکن وہاں نہ آزادی کی تحریکیں اٹھیں اور نہ ہی کوئی اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ اس لیے راقم اس نظریے پر اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ پاکستان کوئی فوری وقتی تبدیلی کے نتیجہ میں قیام پذیر ہوا ہے۔ میرا یہ پختہ یقین و ایمان ہے کہ پاکستان خالق کائنات کی مشیت خاص کا عملی مظاہرہ ہے، اپنی تخلیق اور نظریے کے اعتبار سے پاکستان بلاشبہ خدائے واحد کی شان وحدت کا منہ بولتا ثبوت ہے، لہذا جس خدائے قادر و قدیر نے اپنوں اور بیگانوں کی ہر قسم کی مخالفت کے باوجود اس کو وجود بخشا ہے، وہ اپنی قدرت کاملہ سے قیامت تک اس کو قائم بھی رکھے گا۔

جب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ اور رسول معظم ﷺ کا ایک خاص عطیہ ہے تو اس کے ساتھ یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ وہ عادل ہونے کی وجہ سے کسی بھی سطح پر ظلم و زیادتی اور بے انصافی کو پسند نہیں کرتا، اس لیے وہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا خود دیتا ہے۔ یہ خطا ماضی تو ہم نے

”کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔“ --- [ال عمران، ۱۸۵:۳]

کامیابی --- اصل کامیابی تو جنت کا حصول ہے کہ ہم آتش دوزخ سے بچ جائیں۔ یہ خوش خبری ملاحظہ ہو:

”جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اُن کی اولاد بھی کسی درجہ یا ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے، ان کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں کوئی گھٹا ان کو نہ دیں گے۔ ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔“ ---

[الطور، ۵۲: ۲۱]

یہ خوش خبری ایک چھوٹ، ایک آسانی کی خبر ہے، ایک رعایت (concession) ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اولاد کسی بھی درجہ ایمان پر ہو تو جنت میں ملا دی جائے گی۔ مگر ہمیں خوب سے خوب تر کی تلاش دینی چاہیے۔ اسی طرح بچوں کی تربیت کے لیے بھی بلند معیار پیش نظر رہنا چاہیے۔ ہم تو پرہیزگاروں کے امام بننا چاہتے ہیں۔ یہی دعا بھی مانگتے ہیں۔ گویا best of the best کے متلاشی رہیں۔ درجہ احسان ہمارا فتح نظر ہونا چاہیے اور حقیقی کامیابی یہ ہے کہ جنت میں ہمارا اور گھر والوں کا ساتھ ہو۔ آمین!

مقام غور و فکر ہے۔۔۔ اپنی اور اولاد کی اخروی کامیابی کے لیے ہمیں سنجیدہ ہونا ہے،
کوشش کرنی ہے، کمر ہمت باندھ لینی ہے۔

ہمیں اپنے آپ کو اور اہل خانہ کو آگ سے بچانا ہے۔۔۔ اس کے لیے ہم جواب دہ ہیں۔ یہ کیسی روح پرور اور خوش کن اور قابل عمل بشارت ہے کہ اگر ہم صالح ہوں اور صبر سے کام لیں تو ہم اور اہل خانہ جنت کے ساتھی بن سکتے ہیں، ورنہ یہ انفس ہی رہے گا کہ مہلت عمل تو ملی تھی مگر ہم ادھر ادھر وقت ضائع کرتے رہے۔

آئیے! اس دعا کے ساتھ اختتام کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ عزم بھی کرتے ہیں کہ ہمیں اہل خانہ کے لیے اور اپنے لیے کوشش کرنی ہے۔۔۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔ آئیے! ہم عزم کریں کہ کوشش میں کسر نہیں اٹھائیں گے۔ آمین!



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
پاکستان کا مطلب کیا؟ ”لا الہ الا اللہ“ کے مقدس اور پاکیزہ وعدے کے ساتھ لیا تھا مگر افسوس!
آج جس مقام پر ہم کھڑے ہیں اور جو ہمارا چلن ہے، وہ ہر ایک کے سامنے ہے، روشن خیالی کے
خوش کن اور دل فریب نعرے سے پوری قوم کو جس تاریکی اور اندھیرگی میں دھکیلا جا رہا ہے
وہاں عریانی، فاشی، بے حیائی، اخلاق باختگی، تنگی ناچتی نظر آتی ہے، تو لبرل ازم نے آج
ہماری نوجوان نسل لڑکے اور لڑکیوں کو نیم برہنہ کر دیا ہے۔ آج ملک میں اخلاق، عدل و انصاف،
شرافت و دیانت، قانون آئین نام کی کوئی چیز تلاش بسیار کے باوجود بھی کہیں نظر نہیں آتی۔
اس کے باوجود ہمارے دین دشمن حکمران گزشتہ آٹھ سال سے مسلسل یہ وظیفہ کرتے دکھائی دیتے ہیں
کہ ہم اس ملک کو قائد اعظم اور علامہ اقبال کا پاکستان، روشن خیال اور ترقی یافتہ ملک بنانا چاہتے ہیں،
حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل و عقد کے اس قسم کے نعرے اور بیانات فریب نفس
سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، اس لیے کہ قائد اعظم اور علامہ اقبال کا تصور پاکستان ایسا نہ تھا جو
آج اس کا نقشہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قائد اعظم کس قسم کا پاکستان چاہتے تھے اور وہ کس لیے الگ وطن کا مطالبہ کر رہے تھے؟ اس کا
اجمالی خاکہ ان کے درج ذیل بیانات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ قائد اعظم کا یہ بیان
اس وقت کا ہے جب انہوں نے اس خداداد مملکت کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنی قوم سے
پہلا خطاب کیا تھا۔ آپ نے اہل وطن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے،
اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت ثابت بن کر سامنے آچکا ہے، لیکن ہمارے لیے
اس آزاد مملکت کا قیام ہی مقصود نہ تھا بلکہ یہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔
ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں
اور جس میں ہم اپنی اسلامی روش اور ثقافت کے مطابق نشو و نما پاسکیں اور اسلام کے
عدل عمرانی کے اصول پر آزادانہ طور پر عمل کر سکیں۔“

[پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے خطاب اکتوبر ۱۹۴۷ء کراچی]

گویا قائد اعظم جس قسم کا پاکستان دیکھ رہے تھے، وہ یہ تھا:

۱ وہ آزاد انسانوں کا ملک

۲ اسلامی اقدار حیات کا محافظ

۳ اسلامی ثقافت کا علم بردار اور

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۷۲ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
۴ معاشرتی عدل کی فطری بنیادوں پر قائم ملک تھا۔

مزید ملاحظہ ہو، ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء کو آپ نے سی کے قبائلی دربار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں
قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ
ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھیں۔“

پاکستان کا دستور و آئین

سیاسی اعتبار سے اگر ہم اس کو اپنے نظام سیاست یا سیاسی قیادت کی ناکامی قرار دیں تو یہ غلط نہ ہوگا
کہ ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہم یہاں
کون سا نظام سیاست رائج کریں گے؟ ملک کے سیاسی عدم استحکام کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں
مگر اہم ترین وجہ یہی ہے کہ ہماری سیاسی قیادت نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلہ حل کرنے کی طرف
توجہ ہی نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساٹھ سالہ سیاسی زندگی کا اکثر حصہ فوجی ڈکٹیٹروں اور
طالع آزمائوں کے مارشل لاز کے منحوس سایوں میں گزر چکا ہے، حالاں کہ حضرت قائد اعظم واضح
اور صریح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کرتے رہے ہیں کہ پاکستان کا نظام حکومت کیا ہوگا؟
چنانچہ انہوں نے ایک طویل بیان میں اپنے تصور پاکستان کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

”میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا، اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے
آیا ہوں کہ یہاں ”لا الہ الا اللہ“ کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لیے کوشش کروں،
اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی
عظیم ترین سلطنت تھی، مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازی۔ اگر میں
روس چلا جاؤں یا کہیں پیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کر دوں تو مجھے
بڑے سے بڑا اعزاز مل سکتا ہے اور دولت بھی، مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے
دولت اور منصب دونوں کو تھوڑ کر کے انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا
پسند کیا ہے، تاکہ پاکستان وجود میں آئے اور اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو،
کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظم ہی میں ہے، صرف اسلام ہی کے علمی و عملی اور
قانونی دائروں میں آپ کو عدل، مساوات، اخوت، محبت، سکون اور امن
دستیاب ہو سکتا ہے، برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے سارے بڑے بڑے سیاست دان
مساوات کا راگ لاتے ہیں، روس کا نعرہ بھی مساوات اور ہر مزدور اور کاشت کار کے لیے

روٹی، کپڑا اور مکان ہے، مگر یورپ کے بڑے بڑے سیاست دان عیش و عشرت کی جو زندگی بسر کرتے ہیں، وہ وہاں کے غریبوں کو نصیب نہیں۔ محمد علی جناح کا لباس اتنا قیمتی نہیں جتنا قیمتی لباس یورپ کے بڑے بڑے لوگ اور روس کے لیڈر زیب تن کرتے ہیں، نہ محمد علی جناح کی خوراک اتنی اعلیٰ ہے جتنی سوشلسٹ اور کمیونسٹ لیڈروں اور یورپ کے سرمایہ داروں کی ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدین نے سارا اختیار ہوتے ہوئے خود غربانہ زندگی بسر کی مگر رعایا کو خوش اور خوشحال رکھا۔

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ انڈین کانگریس حکومت بنانے کے بعد برطانوی ٹھکوں کو تو یہاں سے نکال دے گی مگر پھر ٹھگ خود بن جائے گی، یہ لوگ صرف مسلمان ہی کی آزادی ختم نہیں کریں گے بلکہ اپنے لوگوں کی آزادی بھی ختم کر دیں گے، اس لیے ہم سب کو پاکستان کے قیام کے لیے زبردست کوشش کرنی چاہیے، ذرا خیال فرمائیے کہ اگر ”لا الہ الا اللہ“ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے تو افغانستان، ایران، ترکی، اردن، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونس، مراکش، الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر یہ کتنا عظیم الشان اسلامی بلاک بن سکتا ہے۔

علامہ اقبال کی طرح میرا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی سوشلسٹ یا کمیونسٹ مسلمان نہیں ہو سکتا، خواہ وہ پیر یا مولانا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ سوشلزم اور کمیونزم کے سارے بانی یہودی تھے۔ آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ سوشلزم اور کمیونزم مسلمانوں کے لیے ایسا زہر ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ آپ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہودی، انگریز، سوشلسٹ، کمیونسٹ اور ہندو سب مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہیں۔۔۔۔۔

[نشی عبد الرحمن خان، اسلام اور انقلاب، صفحہ: ۲۳۷، بحوالہ الحاج ظہور الحسن قادری،

بمشرات پاکستان، حصہ اول: ۵۱-۵۲]

پاکستان کا دستور

تصور پاکستان کے ساتھ اس ملک خدا داد کے آئین کا تصور بھی افکار قائد کی روشنی میں ملاحظہ ہو، فروری ۱۹۴۸ء کو ایک امریکی نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

”پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی، مجھے معلوم نہیں کہ دستور کی صورت کیا ہوگی، لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کی نوعیت جمہوری ہوگی اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ یہ اصول

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۷۴ ۷۵ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
جس طرح چودہ سو سال پہلے قابل عمل تھے، آج بھی اس طرح قابل عمل ہیں۔۔۔۔۔

ہمیں کسی دوسرے ازم کی ضرورت نہیں

۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

”اسلام ہمارا رہنما اور ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے، ہمیں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی

ضرورت نہیں ہے اور نہ ہمیں سوشلزم، نیشنلزم یا کسی دوسرے ازم کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔

قائد اعظم کے مختلف بیانات، خطابات اور پیغامات میں ہمیں ایک تسلسل کے ساتھ قیام پاکستان کے مقاصد اور الگ آزاد اسلامی مملکت کا جو تصور ملتا ہے، وہ اس قدر واضح اور نمایاں ہے کہ اس میں کوئی ابہام نظر نہیں آتا، چنانچہ اس امر کی تصدیق اسلامیہ کالج پشاور میں ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو طلباء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا

بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں۔۔۔۔۔

یہ ہماری قومی بد نصیبی ہے کہ آج ہم پر مسلط حکمران اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کبھی ہندو ثقافت کو فروغ دینے کے لیے سرکاری سرپرستی میں خالص ہندو نہ تہوار بسنت مناتے ہیں تو کبھی مغربی تہذیب کی نام نہاد روشنی کو عام کرنے کے لیے میراتھن ریس کی صورت میں عورتوں اور مردوں کو سڑکوں پر نکال لاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ پاکستان کو بانی پاکستان کے افکار کی روشنی میں ایک جدید اور روشن خیالی کا مرکز ملک بنایا جا رہا ہے۔ قائد کا تصور پاکستان ہرگز ایسا نہ تھا، انہوں نے دو ٹوک انداز میں فرمایا تھا:

قیام پاکستان کا مقصد

”مطالبہ پاکستان سے یہ مراد نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں،

اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے، جس کا تحفظ اور بقا نہایت ضروری ہے۔

ہم نہ صرف اپنی حکومت حاصل نہیں کرنی، ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی

حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔۔۔۔۔

[فرنڈز مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام، جون ۱۹۴۵ء]

آج ہمارے فیصلے امریکہ میں ہوتے ہیں

یہ کس قدر حرمان نصیبی ہے کہ ۱۶ کروڑ کی آبادی رکھنے والا ایسا ملک جس کی بنیادوں میں لاکھوں خواتین و حضرات کی غیرت کا لہو شامل ہے، اس کے باسیوں کو سب بازار یوں رسوا کیا جاتا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ
 کہ ان کی تقدیر کے فیصلے مسلم امہ کے سب سے بڑے دشمن امریکہ کی سر زمین پر کیے جاتے ہیں۔
 ذاتی مفاد کی خاطر قومی مفاد کو ذبح کرنا، ارباب حل و عقد کا وظیفہ حیات بن چکا ہے، جس کی گواہی
 ملکی و قومی اور بین الاقوامی اخبارات و رسائل میں چھپنے والے روزانہ کے سیاسی تجزیوں اور
 تبصروں کی صورت میں موجود ہیں، مگر یہ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ ہلکی امریکہ کی زلفوں کے اسیر
 ہمارے امریکہ نواز حکمران پھر بھی یہ راگ الاپتے جاتے ہیں کہ ہم کسی سے ڈکٹیشن نہیں لیتے،
 اس صورت حال کو کوئی منافقت نہ بھی کہے مگر دو غلی پالیسی اور دھوکہ دہی ضرور کہا جائے گا۔
 مسلم لیگ (قائد اعظم) کے بانی اور کارپردازوں کو حضرت قائد اعظم کا یہ ارشاد بغور اور بار بار پڑھنا چاہیے۔
 ۶ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:
 ”جہاں تک میں نے اسلام کو سمجھا ہے وہ کسی ایسی جمہوریت کی تلقین نہیں کرتا
 جس کی بنا پر مسلمانوں کی قسمت کے فیصلوں کا اختیار غیر مسلم اکثریت کے ہاتھ میں
 چلا جائے۔“ --- [رئیس احمد جعفری، خطاب قائد اعظم، صفحہ ۲۰۱]

پاکستان کی ناگفتہ بہ حالت

آج پاکستان کے اندر آئین اور قانون مقید ہیں، اس لیے کہ ہمارے حکمرانوں کے
 فلسفہ حکومت کے مطابق آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے، وہ اپنی من مانیان نہیں کر سکتے،
 چنانچہ لا قانونیت، اقرباء پروری، رشوت، خیانت اور بددیانتی، اختیارات کا ناجائز استعمال،
 بنیادی حقوق کی بندش، اظہار خیال پر پابندی، ہمارے حکمرانوں کے طرز حکومت کے عناصر ترکیبی
 اور ضروری لوازم ہیں۔ اس پر مستزاد ان کا ارشاد ہے کہ یہ سب کچھ قومی مفاد میں کیا جاتا ہے۔
 ہم اصحاب قاف اور ایوان اقتدر میں بیٹھے ہوئے قوم کے نام نہاد ہمدردوں سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں
 کہ اقتدار کے یہ لچھن قائد کے افکار سے کیا لگا رکھتے ہیں؟ قائد اعظم نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو
 مجلس دستور ساز کے پہلے اجلاس میں پاکستان کے حکمرانوں، افسروں اور عوام کو جو کھٹی دی تھی وہ تو یہ تھی:
 ”اچھی اور بری دیگر چیزوں کے ساتھ خیانت منہی اور اقرباء نوازی کی لعنتیں بھی
 ہمارے حصے میں آئی ہیں، ہمیں ان برائیوں کو بے دردی کے ساتھ کچل دینا چاہیے۔
 میں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خیانت منہی، اقرباء نوازی بالواسطہ یا بلاواسطہ
 مجھ پر اثر ڈالوانے کی کوشش کو میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا، جہاں مجھے معلوم ہوا کہ
 فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے تو پھر خواہ کوئی کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو، اسے ہرگز نہیں
 بخشوں گا۔“ ---

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک ایسا زرعی ملک جس کا نہری نظام دنیا کا سب سے بہترین نظام ہو،
 جس کی زمین ہر قسم کا غلہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور سونا اُگتی ہو، آج اس ملک کے
 ایک کا شکار و زمیندار سے لے کر ایک عام غریب آدمی تک، روزمرہ کے عام استعمال کی اشیاء مثلاً
 آٹا، گھی، چینی، بنزیات تک کو ترس رہا ہے اور حکمران کمال بے حیائی کے ساتھ معاشی اور زرعی ترقی کا
 شور مچاتے جاتے ہیں، ہمارا اجتماعی سماجی ماحول کچھ ایسا ہو چکا ہے کہ دولت اور ذرائع دولت کی
 غیر منصفانہ اور غیر مساوی تقسیم کے باعث امیر سے امیر تر اور غریب سے غریب تر دو واضح طبقات
 پیدا ہو چکے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہمارا موجودہ عمرانی، معاشی و معاشرتی نظام نہ تو اسلام کی تعلیمات سے
 میل کھاتا ہے اور نہ ہی قائد اعظم کے افکار سے مطابقت رکھتا ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے
 افتتاح کے موقع پر آپ نے زور دے کر فرمایا تھا:

”ہمیں دنیا کے سامنے ایسا مثالی نظام پیش کرنا ہو گا جو انسانی مساوات اور
 معاشرتی انصاف کے اصولوں پر قائم ہو۔“ ---

ملکی ترقی کا انحصار کسی سرمایہ داری یا وڈیرے پر نہیں جو انٹر کنڈیشنڈ محلات میں بیٹھے ہوئے
 داعش دیتا ہے اور دوش ہوا پر سوار ہوائی جہازوں پر سوار فضاؤں میں اڑتا پھرتا ہے، بلکہ ملکی اقتصادی ترقی
 کا دار و مدار اس پچھے پرانے کپڑے پہننے والے مزدور کے سر ہے جو دسمبر، جنوری کی بخ بستہ ہواؤں
 اور مئی، جون کی جھلسا دینے والی آگ سے بھی زیادہ گرم لو میں اپنے تن بدن کی پروا کیے بغیر اپنا خون پسینہ
 ایک کرتے ہوئے سینہ زمین کو چیرنے کا عمل سر انجام دیتا ہے یا پھر گھنٹوں کارخانوں میں اور ملوں میں
 محنت و مشقت کرتے ہوئے مختلف اشیاء تیار کرتا ہے، یوں وہ کارخانہ دار اور مل مالکان کے لیے
 سرمایہ پیدا کرتا ہے، مگر اس کے مقدر میں اتنا بھی نہیں لکھا کہ وہ سکھ کی زندگی گزارے اور اس کی جائز
 اور لازمی ضروریات زندگی کو عزت کے ساتھ پورا کرنے کے لیے قابل ذکر تنخواہ ہی دے دی جائے۔
 یہ طریقہ کار بھی اسلام اور افکار قائد کی نفی کرتا ہے، جب کہ قائد اعظم نے تو مزدوروں کے حقوق کی
 بات کرتے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ولکائیٹس ٹائل مل کے افتتاح کے موقع پر فرمایا تھا:

”مجھے امید ہے کہ آپ نے اپنے کارخانہ کا پلان تیار کرتے وقت کارنگروں کے لیے
 مناسب رہائشی مکانات اور دوسری آسائشوں کا خاص طور پر اہتمام کیا ہوگا، کیوں کہ
 کوئی صنعت اس وقت تک حقیقتاً فروغ نہیں پاسکتی جب تک اس کے مزدور مطمئن نہ ہوں۔“ ---
 مزید فرمایا:

”اگر پاکستان کو اپنی وسعت، اپنی آبادی اور اپنے وسائل کے مطابق دنیا میں
 کوئی شایان شان مقام حاصل کرنا ہے تو اسے چاہیے کہ زراعت کے ساتھ ساتھ

آخری قسط

آداب درود

علامہ مولانا محمد علی نقشبندی

درود خوان کو چاہیے کہ بصدِ عجز و نیاز باادب ہو کر درود شریف زبان پر لائے، کیوں کہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قریبوں میں:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبی است

مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو ان شاء اللہ حصولِ رضا و رحمت جلد ہوگا:

- اوّل اپنے دل کو روحانی امراض یعنی کبر و غرور، حسد و بغض وغیرہ سے پاک کیا جائے۔
- ریاکاری، نفاق، تصنع اور دکھاوے سے دل پاک ہو۔
- جسم ظاہری نجاست سے پاک ہو اور بدبودار چیز سے جسم آلودہ نہ ہو۔ اللہ کریم کی ذات پاک لطیف ہے اور حضور نبی کریم ﷺ خود لطیف ہیں، بدبودار چیز آپ ﷺ کو ناپسند تھی۔ اس ضمن میں دو واقعات دُر الثمین فی مبشرات الامین ﷺ سے درج کیے جاتے ہیں، جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے:

اپنے صنعتی امکانات کو بھی فروغ دے اور اپنی اقتصادی زندگی میں صنعتی رجحان پیدا کرے۔
سر دست پاکستان ایک زرعی ملک ہے، مصنوعات کے لیے وہ باہر والوں کا محتاج ہے، اگر ہم اپنی مملکت کو صنعتی بنیادوں پر استوار کرنا شروع کر دیں تو ہم نہ صرف اپنے ہزاروں باشندوں کو روزی مہیا کر سکیں گے بلکہ اپنے وطن کے وسائل میں بھی اضافہ کریں گے۔ صنعت و حرفت کے کام کی بہت سی خام اشیاء ہمیں قدرت نے عطا کر رکھی ہیں، اب ہمارا کام یہ ہے کہ انہیں مملکت اور اس کے باشندوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام میں لائیں۔۔۔

اسی طرح ۲۲ فروری ۱۹۴۸ء کو بنگال آئل مل کے افتتاح پر فرمایا تھا:
”ہر نئی مل اور کارخانہ ہمارے ملک کے اقتصادی استحکام اور عوام کی خوش حالی کی راہ میں ایک قدم ہے۔۔۔“

قائد اعظم کا پیغام قوم کے نام

وطن عزیز جواب تک سیاسی طالع آزمائوں اور فوجی ڈکٹیٹروں کی ہوس اقتدار کا شکار ہو کر اپنا ایک بازو کٹا اور باقی ماندہ جسم کو چھلنی چھلنی کر واچکا ہے، اگر ہم اس کو قائد اعظم کا پاکستان بنانا چاہتے ہیں اور اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا وقار پھر سے بحال کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں پیچھے مڑ کر قائد کے پیغام کو سننا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا، بصورت دیگر ہماری ذلت و رسوائی میں ہر آن اضافہ ہوتا رہے گا۔ رفعتوں سے ہم کنار کرنے والے قائد اعظم کا پیغام کھلی آنکھوں سے پڑھیں اور گوش ہوش سے سنیں۔ ۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو اہالیانِ ڈیرہ اسماعیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
”اپنے ووٹ کو ذاتی مفاد کے حصول کی خاطر بیچ نہ ڈالے بلکہ اسے قوم کی امانت سمجھیے۔۔۔“

پاکستان کے لیے سب کچھ قربان کر دو

قیام پاکستان کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”اس وقت میں آپ سے صرف اس بات کا طلب گار ہوں کہ میرا یہ پیغام جس جس شخص کے پاس پہنچے، وہ اپنے دل میں اس بات کا عہد کرے کہ ضرورت پڑنے پر وہ پاکستان کو اسلام کی پشت پناہ اور دنیا کی عظیم ترین قوم بنانے کے لیے جس کا نصب العین امن و آشتی ہو اور اندرون ملک اور بیرون ملک بھی مسلمان کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نجات نہیں ہو سکتا کہ وہ حق کی خاطر شہید ہو جائے۔۔۔“



درود شریف پہنچ رہا ہے۔

- درود شریف پڑھتے وقت دنیا کی باتیں نہ کی جائیں۔
- درود شریف کے معانی و مطالب پرتدبر و غور کیا جائے۔
- غصہ کی حالت میں ہنسی اور لہو و لعب میں درود شریف نہ پڑھا جائے رقت قلب، خشوع و خضوع عجز و نیاز اور تقرب سے محبت کی منزل قریب آ جاتی ہے۔
- سنت مصطفیٰ ﷺ کی پیروی اور شریعت مطہرہ کی پابندی کی جائے، حرام اور مشتبہ کھانے سے پرہیز کیا جائے۔
- جب کبھی سید المرسلین ﷺ کا اسم گرامی کانوں میں پڑے تو ﷺ کہا جائے۔
- جہاں کہیں رحمت دو عالم ﷺ کا اسم گرامی آئے تو لفظ سیدنا کا اضافہ کیا جائے، اگرچہ کتاب میں نہ لکھا ہو، کیوں کہ نام مبارک سے پہلے لفظ سیدنا بڑھانا مستحب اور افضل ہے۔
- جب بھی امتی، امت کے غم خوار نبی مختار ﷺ کا اسم مبارک لکھے صلوٰۃ و سلام بھی لکھے یعنی ﷺ، اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرے، صرف ”یا صلعم“ پر اکتفا نہ کرے۔
- شیخ ابن حجر کی رحمت ﷺ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صرف صلی اللہ علیہ پر اکتفا کرتا تھا وسلم نہ لکھتا تھا، حضور انور ﷺ نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ تو اپنے آپ کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے، یعنی وسلم میں چار حروف ہیں، ہر حرف پر ایک نیکی اور ہر نیکی پر دس (۱۰) گنا ثواب، لہذا وسلم پر چالیس نیکیاں ہوں گی۔
- حضرت ابوسلیمان حرانی نے اپنا ایک قصہ نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوسلیمان! جب تو حدیث میں میرا نام لیتا ہے اور اس پر درود بھی پڑھتا ہے تو پھر وسلم کیوں نہیں پڑھتا؟ یہ چار حروف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، تو چالیس نیکیاں کیوں چھوڑ دیتا ہے۔
- ابراہیم نفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے سے کچھ ناراض پایا۔ میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر نبی کریم ﷺ کے دست کرم کو بوسہ دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں تو حدیث کے خدمت گاروں میں سے ہوں، اہل سنت سے ہوں، مسافر ہوں، حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو سلام کیوں نہیں بھیجتا؟ اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ میں ﷺ لکھنے لگا۔ [قول بدیع]

میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں سے ایک دوست جو خود تو حق نہ پیتا تھا البتہ اس نے اپنے مہمانوں کے لیے حقہ رکھا ہوا تھا، اس نے ایک رات حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ نے اپنا روئے مبارک پھیر لیا اور اس کے مکان سے باہر تشریف لے گئے۔ میرا دوست آپ ﷺ کے پیچھے بھاگا اور عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہ! مجھ سے کیا خطا ہو گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے گھر میں حقہ ہے اور مجھے حقہ سے نفرت ہے۔

میرے والد المحترم نے دو صالحین کا واقعہ بیان کیا ہے ایک تو ان میں سے عالم اور زاہد تھا اور دوسرا صرف زاہد تھا، دونوں ایک ہی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کو حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے عابد کو تو مجلس پاک میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمادی مگر زاہد کو عالم کو اجازت نہ ملی، عالم نے بعض لوگوں سے معلوم کیا کہ مجھے اجازت کیوں نہ ملی، انھوں نے بتایا کہ تم حقہ پیتے ہو اور حقہ حضور اقدس ﷺ کو ناپسند ہے۔ دوسرے دن زاہد اس عالم کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہا ہے اور اسے رات کی محرومی کا بہت افسوس تھا۔ اس نے حقہ سے توبہ کر لی، دوسری رات آتے ہی مجلس میں دونوں کو اجازت زیارت مل گئی۔

- لباس صاف ستھرا اور پاک ہو۔
- جس جگہ بیٹھ کر درود خوانی کی جائے، وہ جگہ پاک و صاف ہونی چاہیے۔
- اگرچہ درود شریف بے وضو پڑھنا جائز ہے لیکن محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ درود شریف با وضو پڑھا جائے۔
- جس جگہ بیٹھ کر درود شریف پڑھا جائے وہاں خوشبو کا اہتمام کیا جائے تو کیا کہنے۔
- درود خوانی قبلہ رو ہو کر کی جائے۔
- سراپا سپردگی کا عالم ہو محض اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک کی تعمیل اور حبیب خدا ﷺ کی محبت اور شفاعت کی نیت سے درود شریف پڑھا جائے، باقی دین و دنیا کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے:

سپر دم تو مایہ خویش را
تو دانی حساب گم و بیش را

- درود خوان درود شریف پڑھتے وقت حضور نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال اور محاسن نبویہ کو دل میں مستحضر کریں اور یہ تصور کریں کہ امت کے والی شاہ کو نین ﷺ کی خدمت اقدس میں

عید الفطر عظمت و فضیلت اور فلسفہ

مولانا محمدناصر خان چشتی

عید کا معنی و مفہوم

”عید“ کا لفظ ”عود“ سے مشتق ہے، جس کا معنی ”لوٹنا“ اور ”خوشی“ کے ہیں، کیوں کہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اور ہر مرتبہ خوشیاں ہی خوشیاں دے جاتا ہے، اس لیے اس دن کو ”عید“ کہتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

عید کو اس لیے ”عید“ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس دن اپنے بندوں پر انواع و اقسام کے احسانات لوٹاتا ہے اور اس دن فرح، سرور اور نشاط و انبساط منانا لوگوں کی عادت ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ نیک شگون کے طور پر اس دن کو عید کہا جاتا ہے کہ ہماری زندگی میں یہ دن بار بار لوٹ کر آئے۔ جس طرح قافلہ کو قافلہ نیک شگون کے لیے کہتے ہیں تاکہ جس طرح وہ جا رہا ہے، لوٹ کر آئے، کیوں کہ قافلہ کے معنی ہیں، ”لوٹ کر آنے والا“۔ [شرح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۶۵۵]

عید کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۰۲ھ) رقم طراز ہیں کہ ”عید“ لغت کے اعتبار سے اس دن کو کہتے ہیں، جو ”بار بار لوٹ کر آئے“ اور اصطلاح شریعت میں ”عید الفطر“ اور ”عید الاضحیٰ“ کو عید کہتے ہیں اور یہ دن شریعت میں خوشی منانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

- حضرت ابو ذر کریم عادی رحمہ اللہ نے فرمایا، مجھے ایک دوست نے بتایا کہ بصرہ میں ایک آدمی حدیث شریف لکھا کرتا تھا اور بسبب کھل نام مبارک کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا، اس کے دائیں ہاتھ کو اکلہ کی بیماری لگ گئی، یعنی اُس کا ہاتھ گل گیا۔
- شفاء الاسقام میں ہے کہ ایک کاتب کتابت کرتے وقت جہاں مختار دو عالم رحمہ اللہ کے نام مبارک کے ساتھ لکھا ہوتا تو اس کی جگہ صرف ”صلعم“ لکھتا، تو اس کا مرنے سے پہلے ہاتھ کٹ گیا۔ [سعادة الدارين]
- ایک شخص حضور سید کائنات رحمہ اللہ کے نام پاک کے ساتھ صرف علیہم لکھا کرتا تھا، تو اس کے جسم کا ایک حصہ مارا گیا اور وہ مفلوج ہو کر مر گیا۔ [سعادة الدارين]
- اگر ایک مجلس میں کئی بار آپ رحمہ اللہ کا نام مبارک ذکر کیا جائے تو طحاوی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر بار ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر مفتی کا فتویٰ یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا واجب ہے اور پھر مستحب ہے۔
- جب درود پاک کا وظیفہ پڑھ لیا جائے تو اللہ کریم غفور رحیم کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے درود شریف پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائی، کم از کم اتنا ضرور پڑھنا چاہیے۔
وَسَلِّمْ عَلٰی الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



فقہ اعظم پبلی کیشنز بصیر پور شریف کی طرف سے

اہل علم کے ایک اور گراں قدر تحفہ

ماہ نامہ نور الحبيب بصیر پور

جنوری تا جون ۲۰۱۱ء (چھ شمارے)

خوب صورت ٹائٹل اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ

محدود سٹاک، قیمت ۳۰۰ روپے

ملنے کا پتا: انجمن حزب الرحمن بصیر پور ضلع اوکاڑا

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
جس طرح اس پر حضور ﷺ نے اپنے فرمان سے متنبہ کیا ہے کہ ایام نئی کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات
(غیر حجاب کے لیے) کے دن ہیں۔ چنانچہ عید کا لفظ ہر خوشی اور مسرت حاصل ہونے کے دن میں
استعمال ہونے لگا ہے۔ [المفردات، صفحہ ۳۵۲]

عید اور خوشی کا یہ دن مسلمانوں کا عظیم اور مقدس مذہبی تہوار ہے، جو ہر سال ماہ شوال المکرم میں
انتہائی عقیدت و احترام، جوش و جذبے اور ذوق و شوق کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عید الفطر دراصل
تشکر و امتنان، انعام و اکرام اور ضیافت خداوندی کا دن ہے کہ رمضان المبارک کا تمام مہینہ
عبادت و ریاضت، روزے اور نماز تراویح میں گزارنے کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کو اللہ تبارک و تعالیٰ
اپنے عبادت گزار اور اطاعت گزار بندوں کو انعام و اکرام، بے شمار رحمتیں، بے حساب اجر و ثواب
اور اپنی رضا الہی پیش بہاد دولت و نعمت عطا فرماتا ہے۔

عید الفطر --- عظمت و فضیلت

عید الفطر درحقیقت یوم البجائزہ اور یوم الانعام ہے۔ کیوں کہ اس دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو
انعام و اکرام، اجر و ثواب اور مغفرت و بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر ”لیلة الجائزہ“

(یعنی انعام و اکرام کی رات) لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ
فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر آ کر تمام گلیوں اور راستوں پر
کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے (جسے جنات اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق
سنتی ہے) پکارتے ہیں کہ اے امت محمد ﷺ! اس رب کریم کی بارگاہ کی طرف چلو،
جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔

جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس مزدور کا
کیا بدلہ ہے، جو اپنا کام پورا کر چکا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اے باری تعالیٰ!
اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کو پوری مزدوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو!
میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں (رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں)
اپنی رضا اور مغفرت عطا فرمادی۔

اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو،
میری عزت و جلال کی قسم آج کے دن تم اپنے اجتماع عید میں دنیا و آخرت کے بارے میں

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸۴ ۶ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
جو سوال کرو گے، میں عطا فرماؤں گا۔ میری عزت و جلال کی قسم! جب تک تم میرا خیال
رکھو گے، میں تمہارے عیوب پر پردہ ڈالوں گا اور میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے
رسوا نہیں کروں گا۔ پس اب تم مغفور (بخشے ہوئے) ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔
تم نے مجھے راضی کر لیا، فرشتے آج کے دن امت محمد ﷺ کو ملنے والے اس اجر و ثواب
کو دیکھ کر بہت خوشیاں مناتے ہیں۔۔۔ [الترغیب والترہیب / مجمع الزوائد]
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

”جس نے عید کی رات (عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات) طلب ثواب کے لیے
قیام کیا، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا، جس دن باقی لوگوں کے دل مرجائیں گے۔۔۔“
[سنن ابن ماجہ]

حضرت وہب بن منہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب بھی عید آتی ہے تو شیطان چلا چلا کر روتا ہے، اس کی بدحواسی دیکھ کر
باقی شیاطین اس کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں، اے ہمارے سردار!
آپ کیوں غضب ناک اور اداس ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! آج کے دن
اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو بخش دیا ہے، لہذا تم انہیں دنیاوی لذتوں میں
مشغول کر دو۔۔۔ [مکاشفة القلوب]

عید کا حقیقی مفہوم

دین اسلام چونکہ ”خیر الدیان“ ہے اور امت محمدیہ ﷺ ”خیر الامم“ ہے، اس لیے اس کا
عید منانے کا طریقہ بھی سب سے ممتاز، سب سے الیلا، سب سے بہترین اور کامل ترین بلکہ
فطرت کے عین مطابق ہے۔ دین اسلام کے فطری ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام زندگی کے ہر موڑ پر
کامل اور فطری ہدایات دیتا ہے، حیات و ممات، خوشی و غم الغرض یہ کہ زندگی کے ہر گوشہ میں
بہترین اصول دیے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عید الفطر کے حقیقی معنی کیا ہیں اور ایک دوسرے کو
عید کی مبارک باد پیش کرنے سے کیا مراد ہے اور عید درحقیقت کس کے لیے ہے؟
عربی کے کسی شاعر نے بڑے خوب صورت اور دل نشین انداز میں عید کا مفہوم و مقصود بیان کیا ہے:

لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَيْسَ الْجَدِيْدُ
اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِيْدُ

”درحقیقت عید اس کی نہیں جس نے کپڑے پہن لیے، بلکہ عید تو اس کی ہے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
جو عذاب الہی سے ڈر گیا۔۔۔

44

یعنی عید درحقیقت اس شخص کی نہیں جو صرف جدید لباس پہن لے، خوشبو لگا لے، زیب و زینت کر لے
اور انواع و اقسام کے کھانے وغیرہ کھا لے، بلکہ اصل عید تو اس شخص کی ہے، جس نے تقویٰ و پرہیزگاری
اور اپنے اعمال صالحہ کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لی۔ جس نے رمضان کی رمتوں اور
سعادتوں سے اپنے نلمہ اعمال کو لبریز کیا ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کر کے سعادت دارین کو
پالیا ہو، حقیقی عید تو اس شخص کے لیے ہے۔

غنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے کہ عید ان کی نہیں، جنہوں نے عمدہ اور نفیس لباس سے اپنے آپ کو
آراستہ کیا، بلکہ عید تو ان کی ہے جو خدا تعالیٰ کی وعید اور عذاب سے ڈر گئے۔ عید ان کی نہیں
جنہوں نے بہت زیادہ خوشیاں منائیں اور انواع و اقسام کے کھانے کھائے، بلکہ عید تو ان کی ہے
جنہوں نے تقویٰ و پرہیزگاری کو اختیار کیا۔

عید کے دن لوگ کا شانہ خلافت فاروقی پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین
حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دروازہ بند کر کے زار و قطار رو رہے ہیں، لوگوں نے عرض کی
کہ اے امیر المؤمنین! آج تو عید کا دن ہے اور خوشی اور مسرت منانے کا دن ہے، یہ خوشی کی جگہ رونا کیسا؟
آپ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا:

هذا يوم العيد وهذا يوم الوعيد

”یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے“۔۔۔

آج جس خوش نصیب کے روزے مقبول ہو گئے، بلاشبہ اس کے لیے آج عید کا دن ہے،
لیکن جس کے نماز اور روزوں کو مردود کیا گیا ہو، اس کے لیے آج وعید کا دن ہے اور میں تو
اس خوف سے ڈر رہا ہوں کہ:

انا لا ادرى ا من المقبولين ام من المطرودين

”مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں مقبول ہوا ہوں یا رد کیا گیا ہوں“۔۔۔

درحقیقت عید تو ان خوش نصیب مسلمانوں کے لیے ہے، جنہوں نے اس ماہ مقدس
رمضان المبارک کا پورا پورا احترام کیا اور اس کے دنوں کو روزوں اور راتوں کو قیام و تہجد اور عبادت و ریاضت
میں گزارا۔ اس لیے یہ عید ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزدوری اور انعام و اکرام ملنے کا دن ہے۔

فلسفۂ عید الفطر

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ قومیں اور امتیں بھی ”عید“ منایا کرتی تھیں،
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸۶ ۷ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
کسی خاص دن خوشی منایا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے

کہ ان کی قوم بھی ایک خاص دن عید (خوشی) منایا کرتی تھی اور شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں
تین دن تک میلہ لگاتے تھے، جہاں لوگ اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ہر قوم کا
خوشی منانے کا دن اور عید منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا تھا مگر تاجدار ختم نبوت پیغمبر انقلاب حضرت سیدنا
محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد عید اور خوشی منانے کا انداز اور طریقہ ہی بدل گیا۔
اسلام سے پہلے عیدوں میں لہو و لعب اور کھیل کود ہوتا تھا اور اب عید کے دن نماز دو گنا اور ذکر الہی ہوتا ہے۔
پہلے عیدوں میں غریبوں کو دور کیا جاتا تھا اور اب غریبوں کو گلے لگایا جاتا ہے۔ پہلے عیدوں میں
فضول خرچی اور خرافات ہوتی تھیں اور اب عید کے دن صدقہ و خیرات اور فطرانہ ادا کیا جاتا ہے۔

عید کے دن تمام صاحبان ایمان عید گاہوں اور مساجد میں حاضر ہو کر اپنے معبود واحد کے حضور
نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز عید ادا کرتے ہیں اور اشک ندامت بہا کر اپنے گناہوں،
خطاؤں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے ملک و ملت کے استحکام اور بقاء کے لیے اور
ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق، امن و سلامتی اور خوش حالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور نماز عید کا یہ منظر
بڑا ایمان افروز اور روح پرور ہوتا ہے کہ آج کے مبارک دن میں خصوصاً نماز عید میں امت مسلمہ کی
اخوت و بھائی چارے کا اور مسلم برادری کا عظیم الشان منظر پیش ہوتا ہے، جس میں تمام انسانوں کا
رنگ و نسل کے امتیاز کے بغیر بڑا ایمان افروز اور روح پرور اجتماع ہوتا ہے اور اس میں امیر و غریب،
حاکم و محکوم، شاہ و گدا سب اکٹھے ہو کر نماز عید ادا کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں سب کی زبان پر ایک ہی کلمہ، ایک ہی تلاوت، ایک ہی ذکر،
ایک ہی تسبیح و تحمید اور ایک ہی دعا ہوتی ہے۔

مسلمان چونکہ اپنی فطرت، عقائد و نظریات اور ملی اقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام و ملل سے
منفرد و ممتاز ہوتا ہے، اس لیے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

چنانچہ اسلام کی روح کی لطافت، قلب کے تزکیے، بدن و لباس کی طہارت اور مجموعی شخصیت کی
نفاست کے ساتھ بہ صد عجز و انکسار و بہ غایت خشوع و خضوع تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحاد و اخوت کے
جذبے سے سرشار ہو کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ بندگی اور نذرانہ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے فرزند ارجمند کو پرانی قمیص

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
پہنہ دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے:

45

بیٹے نے کہا: ”ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟“۔۔۔

آپ نے فرمایا: ”اے بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے تجھے
اس پرانی قمیص میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا“۔۔۔

آپ کے عظیم بیٹے نے بڑا ہی پیارا اور دل ربا جواب دیا: ”ابا جان! آج تو اس کا ٹوٹے گا،
جو رضاء الہی کو نہ پاسکا ہو یا اس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ
آپ کی رضا مندی کے طفیل اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا“۔۔۔

یہ سن کر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم بیٹے کو گلے سے لگایا اور اپنی مستجاب
دعاؤں سے نوازا۔۔۔ [مکاشفۃ القلوب]

ادائے صدقہ فطر

اسلامی تعلیمات کی رو سے خوشی کی وہ تقریب، جس میں غریب اور نادار لوگوں کو شریک نہ کیا جائے،
اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس لیے انیس الغریبین حضور سید عالم ﷺ کا
فرمان عالی شان ہے:

”روزوں کی عبادت اس وقت تک زمین و آسمان کے درمیان معلق

(بارگاہِ خداوندی میں غیر مقبول) رہتی ہے، جب تک کہ صاحب نصاب مسلمان صدقہ فطر

ادا نہیں کر لیتا“۔۔۔ [صحیح مسلم/جامع ترمذی/مشکوٰۃ المصابیح]

صدقہ فطر دراصل ماہ رمضان المبارک کے روزوں کا صدقہ ہے تاکہ روزے کی حالت میں
جو لغو اور بے ہودہ کام ہو گئے، تو صدقہ فطر کے ادا کرنے سے روزوں کی طہارت ہو جائے اور
ساتھ ہی ساتھ غریبوں، فقیروں، ناداروں اور مسکینوں کی عید کا سامان بھی ہو جائے۔ صدقہ فطر،
نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہیے کہ یہی سنت ہے۔ لیکن اگر نماز عید سے پہلے ادا نہیں کر سکا تو
عمر بھر اس کی ادائیگی کا وقت ہے، جب بھی ادا کرے گا، واجب ساقط ہو جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے
کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کر دے۔

آئیے! آج عید مبارک کے ایمان افروز اور روح پرور اجتماع میں ہم اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور
خلوص دل سے یہ عزم صمیم کریں کہ آج سے ہمارا جو قدم بھی اٹھے گا، آج سے ہماری جو آواز بھی اٹھے گی،
آج سے ہم جو بھی کام کریں گے، وہ اسلام کی سربلندی، امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق اور خصوصاً
اپنے ملک و ملت اور قوم کی بہتری اور استحکام کے لیے کریں گے۔ آج سے ہم اپنے درمیان پھیلی ہوئی

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۸۸ ۴ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ہر قسم کی نفرتوں، اختلافات اور تعصبات کو ختم کریں گے اور اتحاد و اتفاق، مساوات اور بھائی چارے کو
فروغ دیں گے اور ہر قدم پر محبتوں کے چراغ جلائیں گے۔

نماز عید

یکم شوال المکرم ۲ھ کو عید الفطر کے موقع پر ”نماز عید“ کا اجراء کیا گیا۔ فقہ حنفی کے مطابق نماز عید
ہر اس شخص پر واجب ہے، جس پر نماز جمعہ فرض ہے۔ نماز عید بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی جائے گی۔
اس کا وقت چاشت سے لے کر نصف النہار شرعی تک ہے۔ عید الفطر کی نماز تاخیر سے پڑھنا اور
نماز عید الاضحیٰ جلدی سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس میں نماز عید کے بعد دو خطبے پڑھنا بھی سنت ہے۔
اسی طرح فقہاء احناف کے نزدیک نماز عید میں چھ زائد تکبیریں پڑھنا واجب ہیں۔ اسی طرح
عید الفطر میں نماز عید سے پہلے کچھ کھانی لینا بھی سنت ہے۔

عید کے سنن و آداب

عید کے دن مندرجہ ذیل کام کرنا سنت اور مستحب ہیں:

- 1..... حجامت بنوانا، 2..... ناخن ترشوانا، 3..... غسل کرنا، 4..... مسواک کرنا، 5..... صاف ستھرے
یائے کپڑے پہننا، 6..... خوش بولگانا، 7..... عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز (طاق عدد میں)
کھالینا، 8..... نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، 9..... صبح کی نماز مسجد میں پڑھ کر عید گاہ چلے جانا،
10..... راستے میں تکبیرات تشریق پڑھنا، 11..... عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا، 12..... خوشی و
مسرت کا اظہار کرنا، 13..... آپس میں عید کی مبارک باد دینا۔ اور 14..... بعد از نماز عید مصافحہ و
معاطفہ کرنا وغیرہ۔

عید گاہ آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا

سنت یہ ہے کہ جس راستے سے عید گاہ جائے، تو نماز عید پڑھ کر اس راستے کی بجائے
دوسرے راستے سے گھر جائے، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
”رسول اللہ ﷺ عید کے دن (آتے جاتے) راستہ تبدیل فرماتے تھے“۔۔۔
[صحیح بخاری/مشکوٰۃ المصابیح]

علماء کرام فرماتے ہیں کہ راستہ تبدیل کرنے میں چند حکمتیں یہ ہیں:

- دونوں راستے نمازی کی عبادت اور ذکر کی گواہی دیں۔۔۔
- ان راستوں کے رہنے والے جن و انس اس کے ذکر اور عبادت کے لیے جانے پر گواہ ہوں۔۔۔
- دونوں راستوں کو ”جائے عبادت“ کی گزر گاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو۔۔۔

● دونوں راستوں پر ”شعائر اسلام“ کا اظہار ہو۔۔۔

● متعدد جگہوں پر ذکر الہی کا اظہار ہو۔۔۔

● دونوں طرف کے رشتہ داروں اور دوست احباب سے ملاقات ہو۔۔۔

● راستے میں اگر کوئی قبرستان ہو تو قبروں کی زیارت کا موقع حاصل ہو۔۔۔

● دوراں اختیار کیے جائیں تاکہ زیادہ مشقت سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو۔۔۔

● نماز عید کے لیے جانے والے نمازیوں کے ذکر سے دونوں راستوں کے بے نمازوں کے ضمیر پر ضرب لگے اور انہیں یہ خیال آئے کہ ایک یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جارہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ جنہیں سال کے بعد بھی نماز پڑھنے کا ہوش نہیں ہے۔۔۔

[شرح صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۶۶۱، از علامہ غلام رسول سعیدی]

شوال کے چھ روزے

حضرت ابوالیوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے رمضان المبارک کے (سارے) روزے رکھے اور پھر اس کے بعد

شوال میں چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔۔۔

[صحیح مسلم/مکھوۃ المصابیح]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ عید الفطر کے بعد شوال کے یہ چھ روزے پے درپے اور متواتر رکھنے چاہیے اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے آخر میں رکھے، تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی، کیوں کہ یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ روزے شوال کے ملا کر چھپیس روزے ہوئے، دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں، اس لیے جو شخص رمضان المبارک کے سارے روزے رکھنے کے بعد شوال المکرم کے چھ روزے بھی رکھتا ہے، تو اس کو تین سو ساٹھ روزوں کا اجر و ثواب ملے گا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کی تمام عبادات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔ آمین ثم آمین



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۹۰ ﴾ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

شیر کی سواری، دیوار کی گاڑی

محمد اصغر مجددی

شیر، جنگل کا بادشاہ اور انتہائی خطرناک درندہ ہے، جس کا نام سن کر بدن میں خوف اور دہشت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اگر شیر کھلے عام کسی آبادی کا رخ کر لے تو انسانوں کی آبادی میں کھرام برپا ہو جاتا ہے۔

آج بھی شیر آبادی میں گھس آیا تھا، شیر پنجرے میں ہے یا کھلا ہے؟ یا کوئی اس کو لے کر آیا ہے؟ اس بات کی تصدیق کیے بغیر شیر آگیا، شیر آگیا، شیر آگیا، دور ہٹو بچو کی کان پڑی لرزہ خیز آوازوں کے ساتھ ہر طرف ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ عوام کی اکثریت جلد از جلد محفوظ جگہ پر پہنچنے کے لیے بھاگ دوڑ میں مصروف تھی، ہاؤ ہو اور نفسا نفسی کے اس ماحول میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بالکل پرسکون اور مطمئن تھے، ان پر گجراہٹ اور پریشانی کے آثار طاری نہیں تھے۔ گاؤں میں شیر کے آنے کی خبر سننے کے باوجود حسب معمول اپنے کاروبار میں مصروف تھے، بلکہ وہ باہر سے آنے والے خوف زدہ اور تشویش میں مبتلا دیہاتیوں کو بھی فکر مند نہ ہونے کا مشورہ دے رہے تھے اور ان کو حوصلہ دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ گجراہٹ کی کوئی بات نہیں، کیوں کہ شیر سے آپ کی جان و مال اور اسباب کو کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ شیر کسی کو کچھ نہیں کہے گا اور کسی کا نقصان نہیں کرے گا، یہ شیر عام شیر نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
خدا کے ایک نیک بندے، معروف ولی کامل حضرت شیخ سید تاج الدین شیرسوار رحمہ اللہ کا
یہ شیر ہے، وہ بھی شیر کے ساتھ ہیں، جو کہ ہاتھ میں سانپ کا کوڑا پکڑ کر اور شیر پر سوار ہو کر اکثر و بیشتر
اس راہ سے گزرتے رہتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ سید تاج الدین شیرسوار رحمہ اللہ نے خرقہ خلافت
پانے سے قبل اپنے پیرومرشد کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کے مطابق رضا و خوشنودی الہی کے لیے
اتنی عبادت و ریاضت کی تھی کہ جنگل کے شیر اور دیگر موذی حیوانات بھی ان کے مطیع ہو گئے تھے۔
شیروں سے ان کو بہت الفت ہو گئی تھی اور شیر بھی ان کی خانقاہ کے قرب و جوار میں آزادانہ
گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ شیر پر سواری کرنا آپ کا معمول بن چکا تھا، اس وجہ سے وہ عوام میں
بابا شیر شاہ سوار کے لقب سے مشہور چکے تھے۔ ان کے روحانی کمالات، تصرفات اور کشف و کرامات کی
ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی۔ تشنگان راہ ہدایت ان کی طرف اٹھ چلے آتے تھے۔ ان کی خانقاہ میں
ہر وقت ذکر و فکر کی محافل و مجالس جاری رہتی تھیں، مجاہدات، چلہ کشی، درس و تدریس اور دیگر گونا گوں
مصرفیات کے باوجود اپنے پیرومرشد قطب جہاں غوث زماں دستگیر بے کساں و پیر کا ملاں حضرت
شیخ قطب منور ہانسوی رحمہ اللہ کے آستانہ عالیہ پر مزید اکتساب فیض کے لیے اکثر و بیشتر حاضری
دیتے رہتے تھے اور جب کبھی مرشد کامل کی زیارت کا ارادہ کرتے جنگل سے ایک شیر پکڑ کر اور ہاتھ میں
سانپ کا کوڑا لے کر شیر پر سوار ہو کر منزل مقصود کی جانب روانہ ہو جاتے اور جب ہاں شریف پہنچتے تو
آستانہ عالیہ ہانسویہ پر نظر پڑتے ہی شیر سے اتر جاتے، شیر کو آستانے کے باہر چھوڑتے اور خود
ادب و احترام کے ساتھ پیدل چل کر مرشد خانے کی طرف جاتے۔

آج بھی ہاں شریف جانے کے لیے ہاں کی نواحی بستی میں سے شیر پر سوار ہو کر گزر رہے تھے،
جہاں شیر آجانے کے خوف سے لوگوں میں ہلچل مچی ہوئی تھی اور وہ بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔
اسی بستی سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہاں کی حدود شروع ہو جاتی تھیں، ہاں کی سرزمین پر
قدم رکھنے سے قبل ہی حضرت شیخ سید تاج الدین شیرسوار رحمہ اللہ آج شیر پر سوار ہو کر آستانہ عالیہ ہانسویہ
میں داخل ہونے اور مرشد کامل کو ولایت میں اپنا مقام دکھانے کا دل ہی دل میں فیصلہ کر چکے تھے
اور پھر اپنے فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے ہاتھ میں سانپ کا کوڑا لیے ہوئے شیر پر بیٹھے بٹھائے
آستانہ عالیہ کے صدر دروازے میں داخل ہو گئے۔ اس وقت حضرت شیخ قطب منور ہانسوی رحمہ اللہ
عجب شان استغنا کے ساتھ گڈڑی پہنے ہوئے مٹی کی چھوٹی سی دیوار پر جلوہ گر تھے، چہرے سے

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۹۲ ۹ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
انوار و تجلیات کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، ان کے گرد تشنگان ولایت کا جمگھٹا لگا ہوا تھا، جن میں وہ
رشد و ہدایت اور حقیقت و عرفان کے خزانے لٹا رہے تھے۔ انہوں نے اچانک سامنے نگاہ اٹھا کر دیکھا
کہ ان کے مرید صادق سید تاج الدین شیر پر سواری کرتے ہوئے ان کی جانب چلے آ رہے ہیں۔
آپ ان کے ارادے اور نیت کو فوراً بھانپ گئے اور سمجھ گئے کہ سید تاج الدین آج انہیں ولایت میں
اپنا مقام دکھانے آئے ہیں۔ ابھی سید تاج الدین ان سے کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ آپ مٹی کی
جس دیوار پر تشریف فرما تھے، اس دیوار کو چلنے کا حکم دیا۔ اللہ اکبر! عظمت و شان اولیاء، آپ کا
فرمان سنتے ہی انجن اور پیروں کے بغیر جامد و ساکت مٹی کی دیوار ریل کی گاڑی کی طرح چلنے لگی۔
اب آستانہ عالیہ ہانسویہ میں ایک عجیب و غریب منظر رونما ہو چکا تھا، مرشد ذی شان دیوار کی گاڑی
چلاتے ہوئے اپنے مرید کی جانب بڑھ رہے تھے اور مرید باصفا شیر پر سواری کرتے شیخ کامل کی جانب
چلے آ رہے تھے۔ آستانہ عالیہ میں موجود عقیدت مند اولیاء اللہ کے روحانی تصرفات و کمالات پر مبنی
اس ایمان افروز اور دل کشا نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مٹی کی دیوار کو گاڑی کی طرح
چلتے دیکھ کر جہاں عقیدت مند حیرت و استعجاب کا مجسمہ بنے ہوئے تھے، وہاں سید تاج الدین بھی
دل ہی دل میں نادم ہو رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ جانوروں کو مطیع و فرماں بردار بنالینے کو
میں بہت بڑا روحانی کمال سمجھ رہا تھا لیکن شیخ کامل کی تو جامد و ساکت اشیاء پر بھی حکمرانی ہے
اور پھر شیخ کامل گاڑی کو چلاتے ہوئے جب سید تاج الدین کے قریب آئے تو انہوں نے
مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تاج الدین! یہ شیر تو حیوان ہے اور اس میں تو جان ہے، مزہ تو جب ہے
کہ بے جانوں کو چلاؤ۔ یہ بات سنتے ہی سید تاج الدین، شیخ قطب منور ہانسوی کے قدموں میں گر گئے
اور معافی کے خواست گار ہوئے۔ شیخ کامل رحمہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا تو قدم بوسی کرتے ہوئے
واپس ہو گئے:

فقر کے ہیں معجزات تاج سریر و سپاہ

فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ

[ماخوذ از ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ، حصہ اول]



اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین میں

نعت مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

محبوب مرا نیست سوائے شہ بطحا دارم ز ازل شوقِ لقاے شہ بطحا
جاہ و حشم شاہی عطائے شہ بطحا ہر تاجورے است گدائے شہ بطحا
دارد نہ حدے جود و نوال مہ طیبہ بے حصر و حساب است عطائے شہ بطحا
ایں بزم گل و آب بہ نیرنگی و ندرت تخلیق خدا کرد برائے شہ بطحا
مفتاح کنوز و نعم حق داد بہ دستش انداخت خزان را بہ پائے شہ بطحا
کونین بہ ملکش مگر او داشت نہ رغبت از عقل و ار فخر و غنائے شہ بطحا
بنیاد عقیدہ قوی از حب محمد ایمان توانا ز ولائے شہ بطحا
از بند غم و رنج اگر مخلصی خواہی کن تذکرہ روح فزائے شہ بطحا
از چارہ گراں نیست مرا حاجت درماں کافی ست بہ ہر درد دوائے شہ بطحا
ارزانی شود مثل بصیری شے در خواب اے کاش مرا نیز ردائے شہ بطحا
وقف است کمال سخن و اوج فن من با حمد خدا ، بہر ثنائے شہ بطحا
ایں فخر ثنا موہبت رب نبی است
طارق ز ازل نعت سرائے شہ بطحا

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں روحانی چاشنی کو جلا بخشنے اور

عید کارڈ کے طور پر تحفہ دینے کے لیے صوری و معنوی حسن سے آراستہ

نہایت اعلیٰ اور موزوں ارمغانِ محبت

حضرت جانشینِ فقیہِ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی

کی ایمان افروز تصانیف

①..... باب مہیتہ العلم مرتضیٰ مشکل کشا مولانا علی

صفحات ۴۴۸، ہدیہ ۲۸۰ روپے

②..... سفرِ محبت

صفحات ۴۰۰، ہدیہ ۱۸۰ روپے

③..... چند روز مصر میں (تصاویر سے مزین)

صفحات ۴۴۸، ہدیہ ۳۰۰ روپے

اعلیٰ کاغذ، خوب صورت رنگین ٹائٹل، مضبوط جلد، عمدہ طباعت

ملنے کا پتا: انجمن حزب الرحمن، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا

اوقات نماز و سحری و افطاری برائے بصیر پور شریف و مضافات --- ماہ اگست

تاریخ رمضان کریم دن	تاریخ ماہ اگست	صبح صادق، ابتداء فجر	طلوع آفتاب، انتهاء فجر	ضحوة کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	انحر مثل اؤل	انحر شام آغاز	غروب وقت عشاء	وقت گھنٹا
-	-	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا
1	1	3 50	5 23	11 27	12 13	3 38	5 02	7 04	8 36
2	2	3 51	5 23	11 27	12 13	3 38	5 01	7 03	8 35
3	3	3 51	5 24	11 27	12 13	3 37	5 01	7 02	8 33
4	4	3 52	5 25	11 27	12 13	3 37	5 00	7 00	8 32
5	5	3 53	5 26	11 27	12 13	3 36	5 00	7 00	8 31
6	6	3 54	5 27	11 27	12 13	3 36	4 59	6 59	8 30
7	7	3 55	5 27	11 27	12 13	3 35	4 58	6 58	8 29
8	8	3 56	5 28	11 27	12 13	3 35	4 58	6 57	8 28
9	9	3 57	5 28	11 27	12 12	3 34	4 57	6 56	8 27
10	10	3 58	5 29	11 27	12 12	3 34	4 56	6 55	8 26
11	11	3 59	5 30	11 27	12 12	3 33	4 56	6 54	8 25
12	12	4 00	5 30	11 27	12 12	3 32	4 55	6 53	8 24
13	13	4 01	5 31	11 27	12 12	3 31	4 54	6 52	8 22
14	14	4 02	5 32	11 27	12 12	3 30	4 54	6 51	8 21
15	15	4 02	5 32	11 27	12 11	3 30	4 53	6 51	8 20
16	16	4 03	5 33	11 27	12 11	3 29	4 53	6 50	8 18
17	17	4 04	5 33	11 27	12 11	3 28	4 52	6 49	8 17
18	18	4 05	5 34	11 27	12 11	3 27	4 52	6 48	8 16
19	19	4 06	5 34	11 27	12 11	3 27	4 51	6 47	8 14
20	20	4 07	5 35	11 27	12 10	3 26	4 50	6 46	8 13
21	21	4 08	5 35	11 27	12 10	3 25	4 50	6 44	8 11
22	22	4 09	5 36	11 26	12 10	3 25	4 49	6 43	8 10
23	23	4 10	5 37	11 26	12 10	3 24	4 48	6 42	8 08
24	24	4 11	5 37	11 26	12 09	3 24	4 48	6 41	8 07
25	25	4 12	5 38	11 26	12 09	3 23	4 47	6 40	8 05
26	26	4 13	5 38	11 26	12 09	3 23	4 46	6 39	8 04
27	27	4 14	5 39	11 26	12 09	3 22	4 45	6 38	8 02
28	28	4 14	5 39	11 25	12 08	3 22	4 45	6 36	8 01
29	29	4 15	5 40	11 25	12 08	3 21	4 44	6 35	8 00
30	30	4 16	5 41	11 25	12 08	3 21	4 44	6 34	7 59
31	31	4 17	5 41	11 25	12 07	3 20	4 43	6 33	7 57

..... گھنٹا سحری ایک منٹ پہلے بند اور افطاری ایک منٹ بعد کریں۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ۹۶ ﴿ رمضان کریم ۱۴۳۲ھ

اپنے ادارہ، دو اعزاز، درس نظامی اور بی اے ساتھ ساتھ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور

داخلہ

9 ستمبر 2011ء
23 ستمبر تا 2011ء

برائے طلبہ

ڈل پاس ہونا شرط ہے

زیر اہتمام
جانشین نقیہ اعظم حضرت
علامہ محمد حبیب اللہ قادری
صاحبزادہ

بانی
حجت الاسلام حضرت فقیر اعظم
ابوالخیر محمد نور اللہ قادری نعیمی

ادارہ میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ
ڈل، میٹرک، ایف اے اور بی اے کی تعلیم کا مفت انتظام ہے۔

بچوں کے بہتر مستقبل کا ضامن ☆☆☆ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

آئیے! اپنے بچوں کو قدیم و جدید علوم کے زیور سے آراستہ کریں

صاحبزادہ محمد نعیم اللہ قادری و اُس پسران دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف 0345-7526622